ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

نومبر 2021ء - ربیع الاول 1443ھ (جلد 19 شمارہ 03)

جلد 19 شمارہ 03

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

نومبر 2021ء - ربیع الاول 1443ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ..........35روپے

سالانہ..........400روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب و تحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..........بدترین مہنگائی اور پریشان حال عوام.........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط20)...............بعض اہلِ کتاب کی دیانت داری، بعض

کی بددیانتی.................................// // 5

درسِ حدیث.... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط1)....// // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات.................................// // 26

ذکرِ الٰہی کثرت سے کرنے کی تلقین..................................مولانا شعیب احمد 32

ماہِ شعبان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات...........مولانا طارق محمود 35

علم کے مینار:............ امت کے علماء وفقہاء (قسط9)........مفتی غلام بلال 37

تذکرۂ اولیاء:...عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں مذہبی آزادی....مولانا محمد ریحان 42

پیارے بچو!..........................اللہ موجود ہے؟.................// // 47

بزمِ خواتین....حضانت (پرورش) میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)...مفتی طلحہ مدثر 49

آپ کے دینی مسائل کا حل..."عمل بالحدیث" کا حکم (قسط9)...ادارہ 56

کیا آپ جانتے ہیں؟............ صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق

جمہور اہلُ السنۃ کا موقف (قسط1)...............................مفتی محمد رضوان 71

عبرت کدہ... آزادی حاصل کرنے کے بعد بنی اسرائیل کا جرم....مولانا طارق محمود 83

طب وصحت...کھانے پینے کے حوالہ سے ایک بنیادی بات....حکیم مفتی محمد ناصر 88

اخبارِ ادارہ............ ادارہ کے شب وروز.................// // 90

اخبارِ عالم...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.........مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

بدترین مہنگائی اور پریشان حال عوام

وطنِ عزیز میں آئے دنوں کے ساتھ بدترین مہنگائی کا سلسلہ جاری ہے، خورد ونوش سے لے کر استعمال کی ہر چیز کی قیمتیں روز بروز بڑھتی جارہی ہیں، جو کسی جگہ ٹھہرنے کا نام نہیں لے رہیں، جس کی وجہ سے نہ صرف غریب طبقہ متاثر ہورہا ہے، بلکہ متوسط طبقہ بھی پریشانی سے دوچار ہے۔

جب سے وطنِ عزیز پر جناب عمران خان صاحب کی موجودہ حکومت کا سایہ پڑا ہے، اس وقت سے ہی قوم کو مختلف شکلوں میں مہنگائی، بے روزگاری، لاقانونیت، اور کرپشن وغیرہ جیسی چیزوں کا سامنا ہے، جن نعروں کے ساتھ عمران خان صاحب کی حکومت نے عوام کو سبز باغ اور سنہرے خواب دکھائے تھے، وہ سب شرمندۂ تعبیر ہو کر رہ گئے، وطنِ عزیز آئی، ایم، ایف وغیرہ کے قرضوں کے بوجھ میں اس درجہ جکڑا جاچکا ہے کہ وطنِ عزیز کے باشندوں کے لیے پالیسیاں بھی ان کی مرضی کے خلاف بنائی جارہی ہیں، اور اب حالات اس حد تک بگڑ چکے ہیں کہ جن کا فوری حل نظر نہیں آرہا، اگرچہ موجودہ حکومت اپنی حسبِ روایت دعوے تو ہر طرح کے کرتی ہے، لیکن ان دعووں کے مطابق عمل ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

ہمارے یہاں کے عوام الناس میں سیاسی شعور کی بیداری نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ عمران خان صاحب جیسے حکمرانوں کے نعروں سے دھوکہ کھایا گیا، کردار اور عمل سے زیادہ نعروں اور دعووں سے متاثر ہونے کی روایت نے آج ہماری قوم کو اس طرح اپاہج بنا کر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے مسائل کا خود حل نکالنے سے قاصر ہے، سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے کچھ بھی کرنے سے عاجز و بے بس ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہمارے عوام اس طرح کے حکمرانوں کے نرے دعووں سے متاثر ہونے کی وجہ سے قصوروار ہیں، اسی طرح ہمارے عوام کا معاشرتی ومعاشی زندگی میں کردار بھی اس جرم

میں حصہ دار ہے، کیونکہ مہنگائی، بے روزگاری، لاقانونیت اور کرپشن وغیرہ جیسی چیزوں میں عوام کا بڑا طبقہ شریک ہے، جہاں جس کا بس اور زور چلتا ہے، وہ اس سلسلہ میں اپنا حصہ ڈالنے سے پیچھے رہنا گوارا نہیں کرتا۔

چنانچہ ہم نے دیکھا کہ جن لوگوں کا سیاست وحکومت سے عملی طور پر تعلق نہیں، وہ بھی مذکورہ خرابیوں میں مبتلاء ہیں، ہر ایک دوسرے کی جیب کاٹنے، ناجائز طریقہ پر پیسہ بٹورنے اور حرام خوری اور حق تلف کا ارتکاب کرنے میں مشغول ہے، اور معاشرہ میں بہت کم لوگ ہی ایسے بچے ہیں، جو حلال طریقہ پر روزی کمانے پر اکتفاء کرتے ہوں، اور دوسروں کے حقوق پوری طرح ادا کرتے ہوں، ہمارے ہر شعبۂ زندگی کو ناجائز خوری، کرپشن، لاقانونیت اور حق تلفیوں نے گھیر رکھا ہے۔

اور ایک عرصہ سے ماحول کچھ اس طرح کا بنا ہوا ہے کہ جوں ہی حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے مہنگائی، کرپشن، اور لاقانونیت وغیرہ کا کوئی اقدام سامنے آتا ہے، تو عوام کا ایک بڑا طبقہ اس چلتے دریا سے ہاتھ دھونے کی کوشش شروع کر دیتا ہے، ذخیرہ اندوز متحرک ہو جاتے ہیں اور خوشحال طبقہ مہنگی اور مارکیٹ میں مصنوعی قلت پیدا کی گئی چیزوں کی بھاری مقدار میں خریداری اور ذخیرہ اندوزی شروع کر دیتا ہے، اور اشیائے صرف واستعمال کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ کر کے غریبوں اور ضرورت مندوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے، جس سے غریب عوام مزید پریشانی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

اس لیے ہمیں اپنے اور اپنی قوم کے اندر جہاں سیاسی شعور بیدار کرنے اور خائن، نااہل اور کرپٹ سیاست دانوں وحکمرانوں کے خلاف مؤثر اقدامات کرنے اور ان سے نجات کی جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح عوام میں معاشرتی ومعاشی شعور بیدار کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

عوام کی طرف سے ساری ذمہ داری حکمرانوں پر اور حکمرانوں کی طرف سے عوام پر ڈالنا، مسائل کا اصل حل نہیں، ہر ایک کو اپنے حصہ کے کام کرنا اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔

کیونکہ خوداحتسابی کے بغیر کوئی فرد اور طبقہ ترقی کے راستے پر گامزن نہیں ہو پاتا۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط20، آیت نمبر75تا77)

مفتی محمد رضوان

بعض اہلِ کتاب کی دیانت داری، بعض کی بددیانتی

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ
عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (75)
بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (76) اِنَّ الَّذِيْنَ
يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي
الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ (77) (سورۃ آلِ عمران، رقم الآیات75 الٰی 77)

ترجمہ: اور اہلِ کتاب میں سے، وہ بھی ہیں کہ اگر امانت دیں آپ اس کو ایک خزانہ کی، تو اداء کردے گا وہ اس کو آپ کی طرف، اور ان میں سے وہ بھی ہیں کہ اگر امانت دیں آپ اس کو ایک دینار کی، تو داء نہیں کرے گا وہ اس کو آپ کی طرف، الا یہ کہ برابر آپ اس کے اوپر کھڑے رہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک انہوں نے کہا کہ نہیں ہے ہم پر اُمّیوں کے بارے میں کوئی راستہ اور کہتے ہیں وہ اللہ پر جھوٹ، اور وہ جانتے ہیں (75) ہاں جس نے پورا کیا اس (اللہ) کے عہد کو اور تقویٰ اختیار کیا، تو بے شک اللہ محبت کرتا ہے، متقیوں سے (76) بے شک وہ لوگ جو خرید وفروخت کرتے ہیں اللہ کے عہد کی اور اپنی قسموں کی تھوڑی قیمت میں، یہی لوگ ہیں کہ نہیں ہے کوئی حصہ ان کے لیے آخرت میں اور نہیں کلام کرے گا، ان سے اللہ اور نہیں دیکھے گا وہ، ان کی طرف قیامت کے دن اور نہیں پاک کرے گا وہ، ان کو اور ان کے لیے عذاب ہے المناک (77) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی گزشتہ آیات میں اہلِ کتاب کی ایک جماعت کی طرف سے مسلمانوں کو بہکانے،

پھسلانے کی شکل میں ’’دینی خیانت وبددینی‘‘ اوراس پراللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤثر جواب کا ذکر تھا۔

اب سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں بعض اہلِ کتاب کی ’’مالی خیانت وبددیانتی‘‘ اوراس کے سبب کا ذکر ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ:

وَمِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْہِ قَآئِمًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ.

ترجمہ: ’’اوراہلِ کتاب میں سے،وہ بھی ہیں کہ اگرامانت دیں آپ اس کوایک خزانہ کی،تواداء کردے گاوہ اس کوآپ کی طرف،اوران میں سے وہ بھی ہیں کہ اگرامانت دیں آپ اس کوایک دینارکی،توداءنہیں کرے گا وہ اس کوآپ کی طرف،الا یہ کہ برابرآپ اس کے اوپرکھڑے رہیں،یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک انہوں نے کہا کہ نہیں ہے ہم پر اُمّیوں کے بارے میں کوئی راستہ اورکہتے ہیں وہ اللہ پرجھوٹ،اوروہ جانتے ہیں‘‘

مطلب یہ ہے کہ بعض اہلِ کتاب تواتنے امانت دار ہیں کہ اگران کے پاس بڑاخزانہ بھی امانت کے طورپررکھ دیا جائے،تووہ اس کواداء کرنے میں حیل وحجت اورلیت ولعل سے کام نہیں لیں گے،یعنی وہ کفرکی حالت میں بھی دیانت دار ہیں۔

جبکہ بعض اہلِ کتاب کی یہ حالت ہے کہ اگران کے پاس ایک دینارکی بھی امانت رکھ دی جائے،تو وہ اس کواداء کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیں گے،البتہ اگران کے سرپرہی سوار ہوجائیں،اور امانت رکھوانے کے بعد مسلسل اس کے پاس کھڑے رہیں،توپھراداء کرنے پرمجبورہوجائیں گے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرکسی قوم کے کچھ افرد میں کوئی اچھی صفت ہو،اوردوسرے افراد میں بری صفت ہو،توان کوالگ الگ درجہ دینا چاہیے،کسی قوم کے بعض افراد کی،بری صفت کی وجہ سے اس پوری قوم کی طرف اس برائی کی نسبت کرنا،ناانصافی ہے۔

اوریہ بھی معلوم ہوا کہ کافرلوگوں کے بعض افرادکی اچھی صفت اورخوبی کوتسلیم کرنا،اوراس کوبیان کرنا، جائزہے،جبکہ چاپلوسی،یادوسری کوئی فاسدغرض پیشِ نظرنہ ہو،اسلام میں تنگ نظری کی گنجائش نہیں۔

پھرآگے بعض اہلِ کتاب کی اس خیانت کا سبب بیان فرمایا کہ اہلِ کتاب کے اس طرزِعمل کی وجہ یہ

ہے کہ وہ اپنے مقابلہ میں اُمّیوں، یعنی غیر پڑھے لکھوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہود کا یہ گمان تھا کہ نبوت و شریعت اور علم و حکمت بنی اسرائیل کے ساتھ خاص ہے، عرب کے اُمّی، یعنی غیر پڑھے لکھے لوگوں کو اس فضیلت اور نعمت سے کیا واسطہ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام، اُمّی تھے، اس لیے اہلِ کتاب نبی اور مومنوں سے بغض و عداوت اور حسد و تحاسد اور ان کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے اُن کی امانت کو اداء کرنے میں کوتاہی سے کام لیتے تھے۔

اور اسی کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ پر جان بوجھ کر جھوٹ بھی باندھتے تھے، وہ اس طرح کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین، اور اُمّی وغیرہ ہونے کی صفات سے واقف تھے، جس کی اُن کو پہلے خبر دیدی گئی تھی، لیکن وہ اس بات کو چھپاتے تھے، اور اس کا انکار کر کے اللہ کی طرف جان بوجھ کر جھوٹ کو منسوب کیا کرتے تھے۔

اور امانت میں خیانت کرنا، کسی کی طرف سے حق بات کو اس کے محض امی، اور غیر پڑھا لکھا ہونے ، اور اس کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے ٹھکرانا، اس سے بغض و عداوت رکھنا، کسی پر اللہ کی رحمت اور فضل کے وسیع ہونے پر اعتراض کرنا اور جانتے بوجھتے ہوئے اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا، یہ سب چیزیں ہی شدید گناہ ہیں۔

امانت کی ادائیگی کی بڑی اہمیت ہے، اور خیانت سنگین گناہ ہے۔

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (سورة النساء، رقم الآية ۵۸)

ترجمہ: بے شک اللہ حکم دیتا ہے، تم کو اس بات کا کہ اداء کر دو تم امانتوں کو، اُن کے اہل کی طرف (سورہ نساء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۲۵۷، کتاب الایمان)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں جس میں ہوں گی، وہ منافق

ہوگا، اگرچہ وہ روزہ رکھے، اور نماز پڑھے، اور یہ گمان کرے کہ وہ مسلم ہے، ایک تو یہ کہ جب وہ بات کرے، تو جھوٹ بولے، اور دوسرے یہ کہ جب وعدہ کرے، تو اس کی خلاف ورزی کرے، اور تیسرے یہ کہ جب اس کو (مال، دولت، کسی عہدہ، ومنصب وغیرہ کی) امانت سپرد کی جائے، تو وہ خیانت کرے (ابنِ حبان)

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی یعنی پڑھا لکھا نہ ہونے کا تعلق ہے، تو یہ آپ کے حق میں عیب ہرگز نہیں، بلکہ یہ آپ کی عظیم الشان صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو نبوت کے عظیم الشان منصب پر فائز فرمایا، اور اس پر علمِ وحی کے خزانوں کو کھول دیا، جو نہ خود تعلیم یافتہ تھے، نہ ہی تعلیم یافتہ قوم سے تعلق رکھتے تھے، تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ اس کی طرف سے قرآن وسنت کی شکل میں پیش کی جانے والی تعلیمات وحی کے بجائے، کسی دنیا کی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ (سورۃ الاعراف رقم الآیات ۱۵۶، و۱۵۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، جو اتباع کرتے ہیں، ایسے رسول کی جو نبی اُمّی ہیں، جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں (سورہ اعراف)

اور سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (سورۃ الجمعۃ، رقم الآیۃ ۲)

ترجمہ: وہ ذات ایسی ہے، جس نے بھیجا اُمّیوں میں رسول، اُن میں سے ہی، جو تلاوت کرتا ہے اُن پر اس کی آیات کی، اور تزکیہ کرتا ہے اُن کا اور تعلیم دیتا ہے اُن کو کتاب اور حکمت کی، اگرچہ وہ تھے اس سے پہلے یقینی طور پر کھلی گمراہی میں (سورہ جمعہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنَا مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ، أَنَا مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ أَنَا مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ، - ثَلَاثًا -وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي، أُوتِيتُ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ ، وَجَوَامِعَهُ، وَخَوَاتِمَه (مسند أحمد، رقم الحديث ٦٩٨١)

ترجمہ: میں محمد نبی اُمّی ہوں، میں محمد نبی اُمّی ہوں، میں محمد نبی اُمّی ہوں، یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور مجھے فواتحِ کلم اور جوامعِ کلم اور خواتمِ کلم کی نعمت سے سرفراز کیا گیا ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امی اور پڑھا لکھا ہونے کے باوجود، آپ کو جو وحی کے ذریعے سے تعلیمات عطاء فرمائیں، وہ تمام کلاموں کو فتح کرنے، اور ان پر غالب آنے والی اور انتہائی جامع کلمات، اور تمام کلمات کو ختم کرنے والے کلمات پر مشتمل ہیں، جیسا کہ احادیثِ رسول کے الفاظ وکلمات کو ملاحظہ کرنے والے شخص پر مخفی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ الله -صلى الله عليه وسلم " :-إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْبَراً مِنْ نُورٍ، وَإِنِّي لَعَلَى أَطْوَلِهَا وَأَنْوَرِهَا، فَيَجِيءُ مُنَادٍ يُنَادِي :أَيْنَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ؟ .قَالَ :فَيَقُولُ الأَنْبِيَاءُ :كُلُّنَا نَبِيٌّ أمي، فَإِلَى أَيِّنَا أُرْسِلَ؟ .فَيَرْجِعُ الثَّانِيَةَ فَيَقُولُ :أَيْنَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْعَرَبِيُّ؟ .قَالَ :فَيَنْزِلُ مُحَمَّدٌ -صلى الله عليه وسلم -حَتَّى يَأْتِيَ بَابَ الْجَنَّةِ فَيَقْرَعُهُ فَيَقُولُ :مَنْ؟ فَيَقُولُ :مُحَمَّدٌ أَوْ أَحْمَدُ -فَيُقَالُ :أَوَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ فَيَقُولُ :نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُ، فَيَدْخُلُ، فَيَتَجَلَّى لَهُ الرَّبُّ -تَبَارَكَ وَتَعَالَى -وَلَا يَتَجَلَّى لِشَيْءٍ قَبْلَهُ .فَيَخِرُّ للهِ سَاجِداً وَيَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَمْ يَحْمَدْهُ بِهَا أَحَدٌ مِمنْ كان قَبْلَهُ، وَلَنْ يَحْمَدَهُ بِهَا أَحَدٌ مِمَّنْ كَانَ بَعْدَهُ، فَيُقَالُ لَهُ :مُحَمَّدُ، ارْفَعْ رَأْسَكَ، تَكَلَّمْ تُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (موارد الظمآن، رقم الحديث ٢٥٩١)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر نبی کے لئے نور کا منبر ہوگا، اور میں سب سے لمبے، اور سب سے زیادہ روشن نور کے منبر پر ہوں گا، پھر ایک

نداء دینے والا آ کر یہ نداء دے گا، کہ نبیِ اُمّی کہاں ہیں؟ تو انبیائے کرام کہیں گے کہ ہم سب نبی اُمّی ہیں، تو ہم میں سے کس کی طرف (اللہ کی جانب سے) پیغام آیا ہے؟ پھر وہ نداء دینے والا دوبارہ آ کر یہ کہے گا کہ نبیِ اُمّی عربی کہاں ہیں؟ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، یہاں تک کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر اس کو کھٹکھٹائیں گے، کہنے والا یہ کہے گا کہ کون ہے؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ محمد، یا احمد ہے، پھر کہا جائے گا کہ کیا اُن کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے، وہ جواب میں کہیں گے کہ بے شک بھیجا گیا ہے، تو آپ کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا، جس کے بعد آپ جنت میں داخل ہوں گے، پھر آپ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ تجلّی فرمائے گا، اور اللہ نے اس سے پہلے کسی کے لئے تجلّی نہیں فرمائی ہوگی، پھر آپ اللہ کے لئے سجدہ میں گر پڑیں گے، اور اللہ کی ایسی حمد وثناء بیان کریں گے کہ آپ سے پہلے کسی نے ایسی حمد وثناء بیان نہیں کی ہوگی، اور نہ ہی کوئی آپ کے بعد ایسی حمد وثناء بیان کر سکے گا، پھر آپ سے کہا جائے گا کہ محمد اپنے سر کو اُٹھایئے، بات کیجئے، آپ کی بات کو سنا جائے گا، اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا (موارد)

اس طرح کی آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور بطورِ خاص خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا، ہرگز باعثِ عیب نہیں، بلکہ باعثِ کمال ہے، لہٰذا اس پر اعتراض، یا بغض وعداوت کے کوئی معنیٰ نہیں۔

پھر سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں سے دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ: ’’ہاں جس نے پورا کیا اس (اللہ) کے عہد کو اور تقویٰ اختیار کیا، تو بے شک اللہ محبت کرتا ہے، متقیوں سے‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے عہد کو پورا کرے گا، اور تقویٰ اختیار کرے گا، تو ایسے متقیوں سے اللہ محبت فرماتا ہے۔

اگر اہلِ کتاب بھی اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کریں گے، جس میں نبی اُمی خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کا عہد بھی داخل ہے، تو پھر اللہ ان سے محبت فرمائے گا، اور ان کو اجرِ عظیم عطاء فرمائے گا، کیونکہ اللہ کو کسی کی ذات سے کوئی اختلاف نہیں، خواہ وہ پہلے یہودی تھا، یا عیسائی۔

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے اہلِ کتاب نے اللہ کے نبیوں سے، یہ عہد کیا تھا اور اس بات پر قسمیں اُٹھائی تھیں، کہ اگر اُن کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوگئی، تو وہ اُن پر ایمان لائیں گے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد دنیا کی خاطر انہوں نے اس عہد اور قسم کو توڑ دیا۔

جس کا ذکر قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی آیا ہے۔ سورہ بقرہ میں یہ آیت گزر چکی ہے:

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ. بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ. وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ. كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٠١)

ترجمہ: کیا وجہ ہے کہ ان لوگوں نے جب جب بھی کوئی عہد کیا، ان کے ایک گروہ نے (ہمیشہ) اس کو توڑا، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ ایمان ہی نہیں لاتے، اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول (یعنی محمد ﷺ) آئے، جو اُس چیز کی تصدیق کرنے والے ہیں، جو ان کے پاس ہے (یعنی تورات اور انجیل) تو اہلِ کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح اپنے پسِ پشت ڈال دیا کہ گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں (سورہ بقرہ)

اور سورہ آلِ عمران میں آگے یہ آیات آتی ہیں کہ:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ. فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ٨١، و٨٢)

ترجمہ: اور جب لیا اللہ نے نبیوں کے متعلق پختہ عہد کو، کہ جب آئے تمہارے پاس کوئی کتاب اور حکمت، پھر آئے تمہارے پاس رسول، جو تصدیق کرنے والا ہو، اس کی

جو تمہارے ساتھ ہے، تو یقیناً ضرور بالضرور تم ایمان لاؤ گے اُس پر اور یقیناً ضرور بالضرور مدد کرو گے تم اس کی، اللہ نے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کرلیا، اور لے لیا تم نے اس پر میرے عہد کو۔ کہا انہوں نے کہ اقرار کرلیا ہم نے، فرمایا اللہ نے کہ تم گواہ رہو، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پس جس نے روگردانی کی، اس کے بعد، تو یہ لوگ ہی فاسق شمار ہوں گے (سورہ آلِ عمران)

پھر سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں سے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَشۡتَرُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَاَیۡمَانِهِمۡ ثَـمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمۡ فِی الۡاٰخِـرَةِ وَلَا یُکَلِّـمُهُـمُ اللّٰهُ وَلَا یَنۡظُرُ اِلَیۡهِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیۡهِمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ.

ترجمہ: ’’بے شک وہ لوگ جو خرید وفروخت کرتے ہیں اللہ کے عہد کی اور اپنی قسموں کی تھوڑی قیمت میں، یہی لوگ ہیں کہ نہیں ہے کوئی حصہ ان کے لیے آخرت میں اور نہیں کلام کرے گا، ان سے اللہ اور نہیں دیکھے گا، وہ ان کی طرف قیامت کے دن اور نہیں پاک کرے گا وہ، ان کو اور ان کے لیے عذاب ہے المناک‘‘

مذکورہ آیت میں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کی دنیا کے ثمنِ قلیل کے عوض خرید وفروخت کرنے پر وعید بیان کی گئی ہے۔

اس بات کا ذکر، قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی آیا ہے۔

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیۡلًا (سورة النحل، رقم الآیة ۹۵)

ترجمہ: اور نہ خرید وفروخت کرو تم اللہ کے عہد کی ثمنِ قلیل کے عوض میں (سورہ نحل)

دنیا کے مال ودولت کی خاطر جھوٹی قسم اٹھانا، سخت گناہ اور مال میں بے برکتی کا باعث ہے۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت اسی طرح کے واقعات پر نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ، فَحَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ

يُعْطِ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَنَزَلَتْ :(إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا) الآيَةَ (بخاری، رقم الحدیث ۲۰۸۸)

ترجمہ: ایک شخص نے اپنا سامان بازار میں لگایا اور اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ اس کی قیمت اس قدر مل رہی ہے، حالانکہ اتنی قیمت نہ ملتی تھی، مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں سے کسی کو یہ کہہ کر دھوکہ دے (اور زیادہ قیمت حاصل کرے) جس پر (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نازل ہوئی "اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا"۔ آیت کے آخر تک (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں حقوق العباد، اور بطورِ خاص مالی حقوق کی بڑی اہمیت ہے، لیکن افسوس کہ آج بہت سے مسلمان حقوق العباد، اور مالی حقوق میں بہت زیادہ کوتاہیوں کے مرتکب ہیں، اور جھوٹی قسمیں اٹھا کر مال ودولت کی سودے بازی کرتے ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ خرید وفروخت کی فراوانی کے باوجود، مال میں برکت نہیں۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

جلد1

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...معینُ المفتی

(2)...رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَةِ التَّمْلِیْکِ

(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم

(4)...اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ

(5)...تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ

(6)...مجنوں، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد2

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق

(2)... کشفُ الغطاء عن وقت الفجر والعشاء

(3)...اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاة.

(4)... کیفیةُ التحقق من صحة مواقیت الصلاة فی التقاویم.

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد3

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...النظر والفکر فی مبداء السفر والقصر

(2)...بِدَایَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَةِ الْحَضْرِ وَالْمِصْرِ

(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر

(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم

(5)...محرم کے بغیر سفر کا حکم

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق

(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم

(3)...غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم

(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ

(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم

(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم

(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

(2)...مقدس اوراق کا حکم

(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم

(4)... خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر

(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق

13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد8

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب

(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد9

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...تمباکونوشی کے احکام

(2)...ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق

(3)...حمد ونعت اور اس کی شرائط

(4)...نام رکھنے کے عربی قواعد

(5)...انگور، کھجور ودیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق

(6)... بالوں میں وصل کی تحقیق

(7)...دَف کی تحقیق

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد10

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پانی وڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق

(2)...نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق

(3)...حرمت ونجاست سے متعلق اصول

(4)...تحقیق مسحِ رقبة

(5)...نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا

(6)..نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ

(7)...خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم

(8)... بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیۃُ المسجد کا شرعی حکم

(9)... صلاۃُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات کی تحقیق

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد15

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(2)...سابِ رسول کی سزا، وتوبہ

مصنف

مفتی محمد رضوان

جلد16

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت

(2)...اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق

(3)...بروز جمعہ، نماز جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق

(4)...جمعہ میں اذنِ عام وحاکم کی تحقیق

(5)...تعدد جمعہ واذنِ عام کی حقیقت

مصنف

مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط1)

امام بخاری نے اپنی ''صحیح بخاری'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ:

ثُمَّ يُنْزِلُ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ، لَيْسَ مِنَ الإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى، إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ، وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الخَلْقُ يَوْمَ القِيَامَةِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۹۳۵)

ترجمہ: پھر (قیامت کے دن صور پھونکے جانے کے بعد) اللہ، آسمان سے پانی کو نازل فرمائے گا، جس سے انسان، سبزی کی طرح (یکلخت) اُگ پڑیں گے، انسان کی کوئی چیز ایسی نہیں، جو (اس کے فوت ہونے کے بعد) گل سڑ نہ جاتی ہو، سوائے ایک ہڈی کے، جو کہ ریڑھ کی ہڈی کی دُم ہے، اور اسی ہڈی سے قیامت کے دن مخلوق کی ترکیب (وتخلیق) کی جائے گی (بخاری)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي الْإِنْسَانِ عَظْمًا لَا تَأْكُلُهُ الْأَرْضُ أَبَدًا، فِيهِ يُرَكَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوا أَيُّ عَظْمٍ هُوَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: عَجْبُ الذَّنَبِ (مسلم، رقم الحديث ۲۹۵۵ "۱۴۳")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں ایک ہڈی ہے، جسے زمین کبھی نہیں کھاتی، اسی ہڈی میں قیامت کے دن (انسان کے جسم وروح کو) جمع کیا جائے گا، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ہڈی کونسی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ریڑھ کی ہڈی کی دُم (یعنی ریڑھ کی ہڈی کا سرا) ہے (مسلم)

اورحضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ " :يَأْكُلُ التُّرَابُ كُلَّ شَيْءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهِ،قِيلَ:وَمِثْلُ مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ " :مِثْلُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ، مِنْهُ تَنْبُتُونَ (مسند الإمام أحمد ، رقم الحديث ١١٢٣٠ "٣") [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مٹی انسان کے ہر حصہ کو کھا لیتی ہے، سوائے اس کی ریڑھ کی ہڈی کی دُم کے،عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول!وہ(ہڈی) کس طرح کی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رائی کے دانے کی طرح ہے،اسی سے تمہیں اُگایا جائے گا(مسند احمد)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ انسان کے فوت ہونے کے بعد عادتاً اس کے جسم کا ہر عضو گل سڑ جاتا ہے،سوائے ریڑھ کی ہڈی کی دُم کے، جو بہت چھوٹے ذرے کی شکل میں ہوتی ہے۔

اور اللہ کی طرف سے کسی انسان کے جسم، یا اس کے کسی دوسرے عضو کو خلافِ عادت محفوظ رکھنا اس کے خلاف نہیں، جیسا کہ مختلف چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی عادت اور قدرت کے مابین فرق کے بے شمار مناظر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

البتہ دوسری احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ دنیا سے وفات کے بعد، ان کا پورا جسم سلامت رہتا ہے،اوران کے جسم کے کسی حصہ کو مٹی کھاتی نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُولُونَ :بَلِيتَ -؟ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ (سنن ابی داؤد،رقم الحديث ١٠٤٧ ، ابواب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن اِن کی روح قبض کی گئی، اور اسی دن (قیامت سے پہلے) صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی ، پس تم اس دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو، اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، حضرت اوس کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا، جبکہ آپ کا جسم مبارک (وصال کے بعد) بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو حرام کر دیا ہے

(ابوداؤد)

مذکورہ حدیث کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: أَكْثِرُوْا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٦٣٧، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه -صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ پر جمعہ کے دن درود بھیجا کرو، کیونکہ یہ یوم مشہود ہے، جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے، تو اس کے فارغ ہوتے ہی اس کا درود مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے، حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ موت کے بعد بھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کے بعد بھی، بے شک اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر، اس بات

کو کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے (اس لئے وفات کے بعد اللہ کے نبی کا جسم مٹی نہیں ہوتا) پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے، جس کو رزق دیا جاتا ہے (ابنِ ماجہ)

اس حدیث کا مفہوم بھی گزشتہ حدیث کے مطابق ہے، جس کی بناء پر اس کو ضعیف قرار دیا جانا راجح نہیں، بلکہ اس کا حسن درجہ میں معتبر ہونا راجح ہے۔

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام صلی اللہ علیہم وسلم کی خصوصیت تو یہ ہے کہ دنیا سے فوت ہونے کے بعد ان کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی، لیکن دوسرے انسانوں کو یہ خصوصیت حاصل نہیں، ان کے جسم کے تمام اعضاء اور ہڈیوں کو عام طور سے مٹی کھا لیتی ہے، البتہ ریڑھ کی ہڈی کی دُم، جو ذرہ کے برابر ہوتی ہے، وہ سلامت رہتی ہے۔ اور ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ فوت ہونے کے بعد اس ریڑھ کی دم کی ہڈی کے ساتھ بہرحال ہر ایک کی روح کا تعلق قائم رہتا ہے، جس کے نتیجے میں جسم، روح کے ساتھ راحت، یا تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔

اور انبیائے کرام صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جسم چونکہ سلامت رہتا ہے، اس لیے ان کے پورے جسم کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے، یا نبی کے علاوہ جس شخص کے جسم، یا اس کے کسی عضو کو اللہ اپنی کسی بھی حکمت و مصلحت کی بناء پر سلامت رکھے۔ جمہور اہلِ علم حضرات کا بھی یہی قول ہے کہ وفات کے بعد جسم کے پورے، یا بعض حصہ کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوتا ہے۔

اور اس طرح ہر فوت شدہ شخص کی روح، عالمِ برزخ میں جہاں اللہ کو منظور ہو، وہاں موجود ہوتی ہے، اور راحت، یا تکلیف، جو بھی اللہ کی طرف سے مقدر ہو، اس کو محسوس کرتی ہے، لیکن ان سب چیزوں کے باوجود قبر، یا اس جگہ، جہاں بھی انسان کا جسم، یا اس کا کوئی جزء بطورِ خاص ریڑھ کی دُم کی ہڈی موجود ہو، اس کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوتا ہے، خواہ زندہ انسانوں کو یہ تعلق نظر نہ آئے۔

جیسا کہ کمپیوٹر کے ہارڈ ویئر (Hardware) یا اس کی ہارڈ ڈسک (Hard Disk) کے ساتھ پورے سافٹ ویئر (Software) کا تعلق قائم ہوتا ہے، اور اس کے نتیجے میں پورا سسٹم اپنی جگہ مؤثر رہتا ہے، اور ایک ہی سافٹ ویئر مختلف دور دراز کے مقامات پر استعمال ہوتا ہے، اور اس کا مختلف مقامات سے اتصال اور تعلق بھی وابستہ ہو جاتا ہے۔

اور جس طرح سیٹلائٹ سسٹم اوپر بلند و بالا خلاء وفضاء میں موجود ہوتا ہے، لیکن زمین کے ساتھ اس کا تعلق وابستہ ہوتا ہے۔

لیکن افسوس کہ سائنسدانوں کی طرف سے اس طرح کی دریافت اور ایجادات ومصنوعات کے سسٹم کو تو قبول کیا جاتا ہے، اور اس کے متعلق شکوک وشبہات کا اظہار نہیں کیا جاتا، مگر جب قدرتِ الٰہی کے ذریعہ عالمِ برزخ وقبر میں روح اور جسم کے تعلق کی نصوص کو پیش کیا جاتا ہے، تو ان کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات کیے جانے لگتے ہیں، اور ان شکوک وشبہات سے بعض مسلمان اور اصحابِ علم بھی متاثر ہو جاتے ہیں، جو کہ کم علمی اور ایمانی کمزوری کی نشانی ہے۔

اب اس سلسلے میں مختلف اہلِ علم حضرات کے چند حوالہ جات وعبارات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابنِ حجر کا حوالہ

علامہ ابنِ حجر عسقلانی (المتوفیٰ: 852ھ) صحیح بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

وإنما أضيف العذاب إلى القبر لكون معظمه يقع فيه ولكون الغالب على الموتى أن يقبروا وإلا فالكافر ومن شاء الله تعذيبه من العصاة يعذب بعد موته ولو لم يدفن ولكن ذلك محجوب عن الخلق إلا من شاء الله (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٣،ص ٢٣٣،باب ما جاء فى عذاب القبر)

ترجمہ: اور عذاب کو قبر کی طرف صرف اس لیے منسوب کیا گیا ہے کہ جس جگہ میں عذاب واقع ہوتا ہے، اس کا بڑا حصہ قبر ہی کا ہوتا ہے، اور فوت شدہ لوگوں کو عام طور پر قبر میں دفن کیا جاتا ہے، ورنہ کافر اور جس گناہ گار کو بھی اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے، وہ اس کو اس کے فوت ہونے کے بعد عذاب دیتا ہے، اگرچہ اسے دفن نہ کیا جائے، لیکن یہ عذاب مخلوق سے حجاب (اور پردہ) میں ہوتا ہے (اسی حجاب کی وجہ سے اس عالم کو برزخ کہا جاتا ہے) الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر کرنا چاہے (تو پھر ظاہر بھی فرما دیتا ہے (فتح الباری)

علامہ ابنِ حجر مذکورہ کتاب میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وقد أخذ بن جرير وجماعة من الكرامية من هذه القصة أن السؤال في

القبر يقع على البدن فقط وأن الله يخلق فيه إدراكا بحيث يسمع ويعلم ويلذ ويألم. وذهب بن حزم وبن هبيرة إلى أن السؤال يقع على الروح فقط من غير عود إلى الجسد. وخالفهم الجمهور فقالوا تعاد الروح إلى الجسد أو بعضه كما ثبت فى الحديث ولو كان على الروح فقط لم يكن للبدن بذلك اختصاص . ولا يمنع من ذلك كون الميت قد تتفرق أجزاؤه لأن الله قادر أن يعيد الحياة إلى جزء من الجسد ويقع عليه السؤال كما هو قادر على أن يجمع أجزاء ه.

والحامل للقائلين بأن السؤال يقع على الروح فقط أن الميت قد يشاهد فى قبره حال المسألة لا أثر فيه من إقعاد ولا غيره ولا ضيق فى قبره ولا سعة وكذلك غير المقبور كالمصلوب. وجوابهم أن ذلك غير ممتنع فى القدرة بل له نظير فى العادة وهو النائم فإنه يجد لذة وألما لا يدركه جليسه بل اليقظان قد يدرك ألما أو لذة لما يسمعه أو يفكر فيه ولا يدرك ذلك جليسه. وإنما أتى الغلط من قياس الغائب على الشاهد وأحوال ما بعد الموت على ما قبله. والظاهر أن الله تعالى صرف أبصار العباد وأسماعهم عن مشاهدة ذلك وستره عنهم إبقاء عليهم لئلا يتدافنوا وليست للجوارح الدنيوية قدرة على إدراك أمور الملكوت إلا من شاء الله. وقد ثبتت الأحاديث بما ذهب إليه الجمهور كقوله إنه ليسمع خفق نعالهم وقوله تختلف أضلاعه لضمة القبر وقوله يسمع صوته إذا ضربه بالمطراق وقوله يضرب بين أذنيه وقوله فيقعدانه وكل ذلك من صفات الأجساد.

وذهب أبو الهذيل ومن تبعه إلى أن الميت لا يشعر بالتعذيب ولا بغيره إلا بين النفختين قالوا وحاله كحال النائم والمغشى عليه لا يحس بالضرب ولا بغيره إلا بعد الإفاقة والأحاديث الثابتة فى السؤال حالة تولى أصحاب الميت عنه ترد عليهم (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٣، ص ٢٣٥ ،باب ما جاء فى عذاب القبر)

ترجمہ: اور ابنِ جریج اور کرامیہ فرقہ کی ایک جماعت نے اس قصے سے یہ بات اخذ کی ہے کہ قبر میں سوال صرف بدن پر واقع ہوتا ہے (روح پر نہیں ہوتا) اور اللہ بدن میں ایسا ادراک پیدا فرمادیتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ بدن سنتا اور جانتا ہے، اور وہ لذت و تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔

اور ابن حزم اور ابنِ ہبیرہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ قبر میں سوال صرف روح پر واقع ہوتا ہے، روح کو جسم کی طرف لوٹایا نہیں جاتا۔

اور جمہور نے ان (دونوں حضرات) کی مخالفت کی ہے، جمہور کا کہنا یہ ہے کہ روح کو جسم، یا اس کے بعض حصے کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، اور اگر یہ سلسلہ صرف روح کے ساتھ واقع ہوتا، تو بدن کے لیے اس کے ساتھ کوئی خصوصیت نہ ہوتی۔

اور میت کے اجزاء کا منتشر ہونا، اس (روح مع جسم کے عذاب) کے لیے مانع نہیں، کیونکہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ حیات کو جسم کے کسی حصے کی طرف لوٹادے، جس پر سوال واقع ہو، جیسا کہ اللہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ میت کے تمام اجزاء کو جمع فرمادے (اور لوگوں کے سامنے یہ چیز ظاہر نہ ہو)

اور جو حضرات صرف روح سے سوال ہونے کے قائل ہیں، ان کو اس موقف پر اس چیز نے اُبھارا کہ بسا اوقات قبر میں میت کا سوال ہونے (یعنی تدفین وغیرہ) کی حالت میں مشاہدہ کیا جاتا ہے، جس پر اس کو بٹھانے کا، اور کسی دوسری چیز کا اثر ظاہر نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس کی قبر میں تنگی اور کشادگی کا مشاہدہ ہوتا، اور اسی طرح سے جو لوگ قبروں میں دفن نہیں کیے جاتے، جیسا کہ سولی دیا گیا شخص، اس کے بدن پر بھی ان چیزوں کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔

لیکن ان حضرات کی اس بات کا جواب یہ ہے کہ قدرت کے لیے اس بات میں کوئی مانع نہیں، بلکہ عادت میں اس کی مثال پائی جاتی ہے، جو کہ سونے والے کی ہے کہ وہ لذت

اور تکلیف کو محسوس کرتا ہے، جس کے قریب میں موجود شخص کو اس کا علم نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات بیدار شخص بھی تکلیف، یا لذت کو محسوس کرتا ہے، کسی سنی ہوئی بات کی وجہ سے، یا کسی سوچ اور فکر کی وجہ سے، لیکن اس کے ہم نشین اور قریب میں موجود شخص کو اس کا ادراک نہیں ہوتا۔

ان حضرات کو (جو صرف روح سے سوال وجواب اور تکلیف وتنعیم کا تعلق ہونے کے قائل ہیں، ان کو) یہ غلطی غائب چیز کو حاضر چیز پر قیاس کرنے کی وجہ سے لگی ہے، اور اس بات سے بھی غلطی لگی ہے کہ انہوں نے موت کے بعد کے احوال کو، موت سے پہلے کے احوال پر قیاس کرلیا (جبکہ یہ قیاس درست نہیں)

اور ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی نظروں اور ان کی سماعت سے اس چیز کے مشاہدہ کو روک دیا ہے، اور ان سے چھپا دیا ہے، جس میں انسانوں کی بقاء کا فائدہ ہے، تاکہ وہ مُردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑیں (جیسا کہ احادیث میں بھی اس بات کا ذکر آیا ہے کہ اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے، تو تمہیں عذابِ قبر پر مطلع کردیا جاتا) اور دنیاوی اعضاء وجوارح کو عالمِ ملکوت کے امور کا ادراک کرنے کی قدرت حاصل نہیں، الَّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو چاہے (تو مطلع بھی فرما دیتا ہے)

اور جمہور جس بات کی طرف گئے ہیں (یعنی روح کے جسم، یا اس کے بعض حصے سے تعلق قائم ہونا) اس کے ثبوت میں احادیث پائی جاتی ہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میت لوگوں کے جوتوں کی آہٹ کو سنتی ہے“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”قبر کے دبوچنے کی وجہ سے پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہوجاتی ہیں“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب اُسے گُرز سے مارا جاتا ہے، تو وہ اس کی آواز کو سنتا ہے“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اس کے دونوں کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”دونوں فرشتے اس کو بٹھاتے ہیں“ اور یہ تمام صفات (یعنی کانوں کے درمیان مارا جانا، اور بٹھایا جانا وغیرہ) جسم سے تعلق رکھتی ہیں۔

اورابو ہذیل اوران کے متبعین اس بات کی طرف گئے ہیں کہ میت کوعذاب وغیرہ کا شعورنہیں ہوتا،سوائے دونوں صور پھونکے جانے کے درمیان زمانے کے،ان کا کہنا یہ ہے کہ اس شخص کی حالت سونے والے اور بے ہوش شخص کی حالت کی طرح ہے، جس کو ضرب وغیرہ کا احساس نہیں ہوتا،مگرافاقہ کے بعد ہی ہوتا ہے،لیکن میت کودفن کرنے والے لوگوں کے لوٹنے کی حالت میں،جن احادیث میں سوال کا ذکرآیا ہے،وہ احادیث ان حضرات (یعنی ابوہذیل اوران کے متبعین) کےقول کی تردید کرتی ہیں (فتح الباری)

علامہ زین الدین عراقی کا حوالہ

علامہ زین الدین عراقی (المتوفی:806ھ)اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ:

فيه إثبات عذاب القبر؛ لأن عرض مقعده من النار عليه نوع عظيم من العذاب وهو مذهب أهل السنة، وقد تظاهرت عليه أدلة الكتاب والسنة ولا يمتنع فى العقل أن يعيد الله تعالى الحياة فى جزء من الجسد ويعذبه وإذا لم يمنعه العقل وورد به الشرع وجب قبوله، وقد خالف فى ذلک الخوارج ومعظم المعتزلة وبعض المرجئة ونفوا ذلک.

ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعينه أو بعضه بعد إعادة الروح إليه أو إلى جزء منه .وخالف فيه محمد بن جرير الطبرى وعبد الله بن كرام وطائفة فقالوا لا يشترط إعادة الروح.

قال أصحابنا هذا فاسد؛ لأن الألم والإحساس إنما يكون فى الحى، قال أصحابنا :ولا يمنع من ذلک كون الميت قد تفرقت أجزاؤه كما نشاهد فى العادة أو أكلته السباع أو حيتان البحر أو نحو ذلک فكما أن الله تعالى يعيده للحشر وهو سبحانه وتعالى قادر على ذلک فكذا يعيد الحياة إلى جزء منه أو أجزاء وإن أكلته السباع والحيتان.

(فإن قيل) فنحن نشاهد الميت على حاله فى قبره فكيف يسأل ويقعد ويضرب بمطارق من حديد ويعذبه ولا يظهر له أثر؟

فالجواب أن ذلک غير ممتنع بل له نظير فى العادة وهو النائم فإنه

يجد لذة وآلاما لا نحس نحن شيئا منها، وكذا يجد اليقظان لذة وألما لما يسمعه أو يفكر فيه ولا يشاهد ذلك جليسه منه، وكذا كان جبريل يأتي النبي -صلى الله عليه وسلم -فيخبره بالوحي الكريم ولا يدركه الحاضرون وكل هذا واضح ظاهر جلي (طرح التثريب في شرح التقريب،لزين الدين العراقي، ج٣،ص ٣٠٦، كتاب الجنائز،باب عرض مقعد الميت عليه بالغداة والعشي)

ترجمہ:اس حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت پایا جاتا ہے، کیونکہ اس پر جہنم والے ٹھکانے کا پیش کیا جانا، بڑے عذاب کی قسم ہے، اور یہی اہلُ السنۃ کا مذہب ہے، جس کے متعلق کتاب وسنت کے بھرپور دلائل موجود ہیں، اور عقل کی رُو سے بھی یہ بات ممتنع نہیں کہ اللہ تعالیٰ، حیات کو جسم کے جزء کی طرف لوٹائے، اور اس کو عذاب دے، اور جب عقل کی رُو سے یہ بات ممتنع نہیں، اور شریعت کا حکم بھی اس بارے میں وارد ہوا ہے، تو اس کو قبول کرنا واجب ہے، البتہ اس موقف کی خوارج نے اور معتزلہ کے بڑے طبقہ نے اور بعض مرجئہ نے مخالفت کی ہے، اور اس طرح کے عذاب کی انہوں نے نفی کی ہے۔

پھر اہلُ السنۃ کے نزدیک عذاب، بعینہٖ جسم، یا اس کے بعض حصہ کو دیا جاتا ہے، جسم، یا اس کے کسی جزو کی طرف روح کا اعادہ کرنے کے بعد، اس میں محمد بن جریر طبری اور عبداللہ بن کرام اور ایک جماعت کا اختلاف ہے، جن کا کہنا یہ ہے کہ (عذاب کے لیے) روح کا اعادہ شرط نہیں۔

لیکن ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ یہ قول فاسد ہے، کیونکہ تکلیف اور احساس تو صرف زندہ کو ہوتا ہے، ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ میت کے اجزاء کا عادتاً متفرق ہونا، جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں، یا میت کا درندے، یا سمندری مچھلیوں کا کھالینا، یا اسی طرح کی کسی اور چیز کا ہوجانا، روح اور جسم کو عذاب کے لیے مانع نہیں، کیونکہ جس طرح اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، اسی طرح میت کے کسی ایک جزو، یا چند اجزاء کی طرف، روح کو لوٹا دینے پر بھی قادر ہے، اگرچہ اس کو درندوں اور مچھلیوں نے کھالیا ہو۔

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ہم تو اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ مُردہ اپنی قبر میں اسی حالت پر ہوتا ہے، تو اس سے سوال کس طرح کیا جاتا ہے، اور اس کو کس طرح بٹھایا جاتا ہے، اور اس کو لوہے کے گُرزوں سے کس طرح مارا جاتا ہے، اور اس کو کس طرح عذاب دیا جاتا ہے، جبکہ میت پر اس کا اثر دکھائی نہیں دیتا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی مانع نہیں، بلکہ عادت میں اس کی نظیر پائی جاتی ہے، جو کہ سونے والے کی نظیر ہے کہ وہ لذت اور تکالیف کو محسوس کرتا ہے، جس میں سے کسی چیز کا ہمیں احساس نہیں ہوتا، اور اسی طریقے سے جاگتا ہوا شخص لذت اور تکلیف کو محسوس کرتا ہے، کسی بات کے سننے، یا فکر کی وجہ سے، لیکن اس کے ہم نشین کو اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا، اور اسی طریقے سے جبریلِ امین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے، اور آپ کو مبارک وحی کی خبر دیتے تھے، لیکن حاضرین کو اس کا ادارک نہیں ہوتا تھا، اور یہ تمام باتیں بالکل ظاہر اور واضح ہیں (طرح التثریب)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

بوڑھا، بچہ برابر

(28-صفر المظفر -1443ھ)

عام طور پر انسان کے بڑھاپے میں عمر کا ایک حصہ ایسا آتا ہے کہ وہ بہت سے کام کاج کرنے کے قابل نہیں رہتا، بلکہ وہ اپنے بہت سے کاموں میں بچہ کی طرح دوسروں کا محتاج بن کر رہ جاتا ہے، عمر کے اس حصہ میں مقتداء بننے ،اور اس کی بات کے حجت ہونے کی صلاحیت کمزور پڑ جاتی ہے،قوتِ حافظہ کے ساتھ ساتھ قوتِ فیصلہ بھی ڈھیلی پڑ جاتی ہے،معاملہ فہمی کے ادراک میں بھی کمی واقع ہوجاتی ہے،اور وہ بہت سی عادات ،حرکات وسکنات میں بچوں جیسا ہوجاتا ہے،جس طرح بچہ دوسروں کے بہکانے پھسلانے میں جلدی سے آجاتا ہے،اسی طرح بڑھاپے میں بھی انسان کا مزاج بن جاتا ہے،اسی وجہ سے بعض افراد بوڑھے لوگوں کے مصنوعی ہمدرد اور خیر خواہ بن کر ان سے اپنے مفادات حاصل کر لیتے ہیں، اور وہ بوڑھے اور معمّر شخص کو دوسروں سے بدگمان ومتنفر کرنے میں بھی کامیاب ہوجاتے ہیں۔

ان جیسی وجوہات کی بناء پر عمر کے مخصوص حصہ کے بعد سرکاری ملازمت سے انسان کو ریٹائرمنٹ دے دی جاتی ہے،اوراس سے وہ کام نہیں لیے جاتے، جو اس عمر سے پہلے لیے جاتے ہیں۔

اسی لئے اردو زبان میں مثل مشہور ہے کہ ’’بوڑھا، بچہ برابر‘‘ یا ’’بوڑھا، بالا برابر‘‘ جس کو انگریزی زبان میں ’’An OLD man is twice a child‘‘ کہا جاتا ہے۔

اوراسی بناء پر یہ کہاوت بھی مشہور ہے کہ ’’بوڑھاپا اور بچپنا ایک جیسا ہوتا ہے‘‘ گویا کہ انسان بڑھاپے میں دوبارہ بچہ بن جاتا ہے۔

محدثینِ عظام نے احادیث کی اسناد کے متعلق اس طرح کے بوڑھے اور عمر رسیدہ راویوں کی پوری

چھان پھٹک کی ہے، اور راویوں کی ابتدائی عمر کے ساتھ ساتھ اُن کی آخری عمر کے حالات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے، اور زندگی کے دونوں ادوار کی روایت کردہ احادیث کو الگ الگ درجے میں رکھا ہے، اور بڑھاپے کی عمر میں حافظہ خراب ہوجانے، اور راوی کے دوسرے کی طرف سے حدیث، یا اس کی سند میں کی گئی تلقین کو قبول کرنے کو احادیث کے باب میں عیب سمجھا ہے، جس کے نتیجے میں احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جھوٹ کی آمیزش سے محفوظ رہیں، اور ان میں خطاء، غلطی اور سہو ونسیان کی نشاندہی ہونے کی بناء پر دینِ اسلام کی تعلیمات خطاء اور سہو وغیرہ سے بھی محفوظ رہیں۔

چنانچہ بعض محدثینِ عظام پر عمر رسیدہ ہونے پر یہ حالت طاری ہوئی، اور ان کی اس زمانے کی روایت کردہ احادیث کی اسناد پر کلام ہوا، حالانکہ ان کی اس حالت سے پہلے کی احادیث کو معتبر اور عمدہ سند پر مشتمل قرار دیا گیا۔

چنانچہ علامہ ذہبی نے ''ہشام بن عروہ'' کے بارے میں فرمایا کہ:

الحافظ قد يتغير حفظه إذا كبر، وتنقص حدة ذهنه، فليس هو في شيخوخته كهو في شبيبته (سير أعلام النبلاء، ج٦، ص٣٦، تحت الترجمة: هشام بن عروة بن الزبير بن العوام الأسدي)

ترجمہ: یہ حافظُ الحدیث ہیں، جب یہ عمر رسیدہ ہوگئے، تو ان کا حافظہ بدل گیا تھا، اور ان کی ذہنی قوت کمزور ہوگئی تھی، پس وہ اپنے بڑھاپے کی حالت میں ایسے نہیں رہے تھے، جیسے اپنی جوانی کی حالت میں تھے (سیر اعلام النبلاء)

اور علامہ ذہبی نے ''ہشام بن عمار بن نصیر'' کے بارے میں ''ابو حاتم'' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

لما كبر هشام تغير، فكان كلما لقن تلقن، وهو صدوق (تاريخ الاسلام للذهبي، ج٥ ص١٢٧٧، تحت رقم الترجمة ٥٧٥)

ترجمہ: ہشام جب بوڑھے ہوگئے تھے، تو ان کا حافظہ بدل گیا تھا، پس جب ان کو تلقین کی جاتی تھی، تو وہ اس کو قبول کرلیتے تھے، اور یہ ''سچے'' ہیں (تاریخ الاسلام)

اور علامہ مزی نے ''ہشام بن عمار بن نصیر'' کے بارے میں ''ابو حاتم'' کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ:

هشام ابن عمار لما كبر تغير فكل ما دفع إليه قرأه، وكلما لقن تلقن،

وكان قديما أصح، كان يقرأ من كتابه .وسئل أبي عنه، فقال: صدوق(تهذيب الكمال للمزى، ج٣٠ص٢٤٨، تحت رقم الترجمة ٦٥٨٦)

ترجمہ: ہشام بن عمار جب بوڑھے ہوگئے تھے،توان کا حافظہ بدل گیا تھا، جو کچھ ان کو دیا جاتا تھا، وہ اسی کو پڑھ دیا کرتے تھے،اور جب بھی ان کو تلقین کی جاتی تھی،تو وہ اس کو قبول کر لیتے تھے،اور پہلے یہ بہت صحیح تھے،اپنی کتاب سے پڑھا کرتے تھے،اور میرے والد سے ان کے متعلق سوال کیا گیا،توانہوں نے فرمایا کہ یہ سچے ہیں(تہذیب الکمال)

اورابوالبرکات،زین الدین ابنِ کیال ''یزید بن ابی زیادقرشی'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

وقال ابن حبان :كان صدوقا إلا أنه لما كبر ساء حفظه وتغير، فكان يتلقن ما لقن فوقع المناكير فى حديثه من تلقن غيره إياه وإجابته فيما ليس من حديثه لسوء حفظه فسماع من سمع منه قبل دخوله الكوفة فى أول عمره سماع صحيح وسماع من سمع منه فى آخر قدومه الكوفة بعد تغير حفظه وتلقنه ما يلقن سماع ليس يشىء .

وقال ابن حجر :ضعيف كبر فتغير صار يتلقن (الكواكب النيرات فى معرفة من الرواة الثقات،ص٥١٠)

ترجمہ: اورابنِ حبان نے فرمایا کہ یہ سچے ہیں،لیکن جب یہ عمر رسیدہ ہوگئے،توان کا حافظہ خراب ہوگیا،اور متغیر ہوگیا،پس ان کو جس بات کی تلقین کی جاتی تھی،تو وہ قبول کرلیا کرتے تھے، لہٰذا ان کی حدیث میں دوسروں کی تلقین کرنے اور ان کے ان چیزوں کو قبول کرنے کی وجہ سے مناکیر پیدا ہوگئیں، جو اِن کی حدیث میں نہیں تھیں، کیونکہ ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا،پس جس نے ان سے کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے عمر کے اول حصے میں سنا،اس کا سماع تو صحیح ہے،اور جس نے ان کے آخر میں کوفہ داخل ہونے کے بعد سنا، جب ان کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا،اور یہ دوسرے کی تلقین کو قبول کرلیا کرتے تھے،تو وہ صحیح نہیں۔اورابنِ حجر نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہیں، بڑھاپے کی عمر میں متغیر ہوگئے تھے،اور یہ دوسرے کی بات کو قبول کرنے لگے تھے(الکواکبُ النیرات)

اور علامہ ابنِ حجر ”ابوبکر بن عیاش“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

ثقة عابد إلا أنه لما كبر ساء حفظه و كتابه صحيح (تقريب التهذيب، ص ٦٢٤، تحت رقم الترجمة ٧٩٨٥،باب الكناء،حرف الباء الموحدة)

ترجمہ: یہ ثقہ، عابد ہیں، لیکن جب یہ بوڑھے ہوگئے تھے، تو ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، اور ان کی کتاب صحیح ہے (تقریبُ التہذیب)

لیکن ایک عرصہ سے ہمارے یہاں دینی ماحول میں اس پہلو کو نظر انداز کرنے کا معمول ہوتا جارہا ہے، کوئی عالم اور اللہ والا جتنی زیادہ عمر کو پہنچ جاتا ہے، اتنا بڑا ہی مقتداء اور قابلِ حجت سمجھا جانے لگتا ہے، اور اس کی ہر رطب و یابس اور خلطِ مبحث پر مشتمل بات کو بڑی اہمیت دی جانے لگتی ہے۔

ہم نے کئی دینی اداروں، تنظیموں و جماعتوں کے سربراہوں اور مقتداؤں کا عمر رسیدہ ہونے کی حالت میں مشاہدہ کیا، جو دوسروں کی تلقین کے سہارے پر چلتے رہے اور ان کو بعض لوگ بہکا پھسلا کر اپنے مفادات حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ بعض بزرگوں سے اپنے من پسند لوگوں کو خلافتیں بھی دلواتے رہے، جس کے نتیجے میں ان اداروں اور تنظیموں، یا جماعتوں کے کاموں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا، اور لوگ مختلف قسم کی چہ میگوئیوں میں مصروف رہے، مثلاً یہ کہ ان بزرگ پر فلاں شخص نے جادو وغیرہ کر کے مسخر کرلیا، اور اپنا تابع بنالیا ہے۔

آج بھی بعض دینی اداروں کے سربراہوں کی طرف سے عمر رسیدہ ہوجانے کے بعد کچھ ایسے اقدامات سامنے آجاتے ہیں، جو ان بزرگوں کے اپنی جوانی و شباب میں بیان و اختیار کردہ افکار و نظریات سے مَیل نہیں کھاتے، بلکہ بعض حضرات تو ایسے بھی ہیں کہ ان کے زمانۂ شباب و صحت کی حالت میں تحریر کردہ کتب و مضامین میں عمر رسیدہ ہونے کے بعد کی خلطِ مبحث والی حالت کے برعکس افکار طبع شدہ شکل میں موجود ہیں۔

ایسی صورتِ حال میں سامعین و مخاطبین کو خبردار رہنا چاہیے، اور کسی بزرگ کے عمر رسیدہ ہوجانے کے بعد اس کی ہر بات کو حجت سمجھنے سے پہلے اچھی طرح غور و فکر کرلینا چاہیے، اور اس کو تلقین کرنے والے حاشیہ بردار لوگوں سے باخبر رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

سٹیجی اور فیس بکی فتووں کی حیثیت

(05-ربیع الاول-1443ھ)

آج کل کے مروّجہ جلسے جلوسوں میں ایسے مقررین کثرت سے موجود ہوتے ہیں، جو اپنے مخاطبین کو ابھارنے اور جوش دلانے اور ان کو خوش کرنے کے لیے اپنے مخالفین کے متعلق سخت زبان استعمال کرتے ہیں، یہاں تک کہ ذرا ذرا سی باتوں پر وہ کفر وشرک اور ضلالت وگمراہی وغیرہ کے فتوے دوسروں پر لگا دیتے ہیں، اپنے مخاطبین کو خوش کرنے کے لیے وہ اور بھی کئی قسم کی خلافِ واقعہ اور افراط وتفریط پر مشتمل، غیر معتدل باتیں بیان کرتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کے عقائد میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، اور ایک دوسرے کے برخلاف شدت اور بھڑک پیدا ہو جاتی ہے، گویا کہ اس قسم کے حضرات، مختلف لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے آگ سلگانے اور بھڑکانے کا کام کرتے ہیں۔

اور عام طور پر اسٹیج پر کی جانے والی تقریروں میں حوالہ جات بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، حاضرین ومخاطبین کے سامنے پروگرام منعقد ہونے، یا تقریر شروع ہونے سے پہلے ہی مختلف طریقوں سے تقریر کرنے والے سے اتنا عقیدت مند بنا دیا جاتا ہے کہ لوگوں کو مقرر کی بات کے غلط ہونے کا شائبہ تک بھی نہیں ہوتا، اس لیے اسٹیج پر ہر قسم کی رطب ویابس باتوں کا رگڑا چل جاتا ہے۔

اور آج کل اسٹیج کے متبادل فیس بک (Facebook) وغیرہ کا سلسلہ چل پڑا ہے۔

فیس بک کا سلسلہ بھی بڑا عجیب ہے، اس میں ایک تو ''فیس'' کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ چہرہ کے آتے ہیں اور چہرہ سے خطاب حاضرین کو ہوتا ہے۔

اور دوسرا لفظ ''بک'' کا ہے، جس کے معنیٰ کتاب کے آتے ہیں، کتاب میں تحریر غائب کے لیے ہوتی ہے، اس میں دونوں ہی غیر جنس چیزیں جمع ہیں، اس لیے اس سے کئی قسم کے نقصانات اور خرابیاں بھی لازم آ رہی ہیں، جو کہ ''اثمھما اکبر من نفعھما'' کا مصداق ہیں۔

چنانچہ انسان کسی مخصوص ماحول، اور مخصوص مخاطبین سے کوئی گفتگو کرتا ہے، یا کوئی بات تحریر کرتا ہے، اور وہ سوشل میڈیا کے ذریعہ سے غیر متعلقہ لوگوں تک پہنچ جاتی ہے، جن کو اس پر چہ میگوئیوں کا موقع حاصل ہو جاتا ہے، اور سلسلہ آگے بڑھتا ہے، ایک دوسرے پر گمراہی، ضلالت، اور کفر وشرک کے

تمام فتوے ہی ''فیس بک'' کے ذریعے ہر کس وناکس اپنی جگہ بیٹھ کر جاری کرتا ہے، گویا کہ ہر ایک نے اپنی جگہ ایک مستقل ''دارالافتاء'' قائم کر رکھا ہوتا ہے، جہاں سے ہر قسم کے فتوے جاری ہوتے ہیں، اور جنتی، جہنمی وغیرہ ہونے کے پروانے جاری اور فیصلے کیے جاتے ہیں، اور اپنے فالورز بڑھانے اور ان کو مطمئن کرنے کے لیے خلافِ واقعہ اور مبالغہ آمیزی پر مشتمل باتوں اور دعووں، یا الزاموں کا سہارا لیا جاتا ہے۔

اس تماشہ کے نتیجے میں اب سوشل میڈیا، ایک ایسا بے لگام اکھاڑا اور میدانِ جنگ بن کر رہ گیا ہے کہ جس کی کوئی حد وانتہاء نظر نہیں آتی۔

سوشل میڈیا سے پہلے اس طرح کا تماشا کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا، جس نے تمام حدوں کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مقالات و مضامین مولانا شعیب احمد

ذکرِ الٰہی کثرت سے کرنے کی تلقین

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں انسانوں کو بہت سے احکامات دیے ہیں۔ لیکن پورے قرآن مجید میں سوائے ایک عبادت کے کسی بھی عمل کو کثرت کے ساتھ کرنے کا حکم مذکور نہیں۔ مثلاً اللہ نے جب نماز پڑھنے کا حکم دیا تو یہ نہیں فرمایا کہ نماز کثرت سے پڑھو، یا جب زکاۃ دینے کا حکم ارشاد فرمایا تو یہ نہیں کہا گیا کہ کثرت سے زکاۃ دو۔ وقس علی ذالک۔

لیکن ایک عمل ایسا ہے کہ قرآن میں تقریباً جب بھی اس کا تذکرہ آیا تو ساتھ ہی اس کو کثرت کے ساتھ کرنے کی تاکید اور تلقین بھی کی گئی۔ وہ عمل اللہ کو یاد کرنے اور اس کے ذکر میں مشغول ہونے کا ہے۔ چنانچہ اس حوالہ سے چند آیاتِ کریمہ نمونہ کے طور پر ملاحظہ کیجیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا:

"وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَار" (سورة آل عمران، رقم الآية: ۴۱)

"اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرتے رہو اور صبح وشام (اس کی) تسبیح بیان کیا کرو" (آلِ عمران)

سورہ احزاب میں ارشاد ہوا کہ:

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا. وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا" (سورة الأحزاب، رقم الآية: ۴۱ و ۴۲)

"اے ایمان والو! اللہ کا ذکر خوب کثرت سے کیا کرو۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو" (احزاب)

سورہ انفال میں ارشاد ہے کہ:

"وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (سورة الأنفال، رقم الآية: ۴۵)

''اوراللہ کا ذکر کثرت سے کیا کروتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ'' (انفال)

بعینہٖ یہی الفاظ آگے چل کر سورہ جمعہ کی آیت نمبر 10 میں بھی ارشاد فرمائے گئے۔

جبکہ سورہ نسآء میں ذرا مختلف پیرائے میں یوں ارشاد فرمایا کہ:

'' فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَعَلٰى جُنُوبِكُمْ '' (سورۃ النسآء ، رقم الآیۃ : ۱۰۳)

''سو کھڑے ہوئے ، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کا ذکر کرو'' (نسآء)

عموماً ایک انسان کی فقط تین ہی حالتیں ہونا ممکن ہیں۔ کھڑے ہونے کی ، بیٹھنے کی یا پھر لیٹنے کی۔ مذکورہ آیتِ کریمہ میں ان تینوں حالتوں کا ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ کوئی حالت بھی اللہ کے ذکر سے خالی نہ گزرے اور ہر حال میں اللہ کی یاد کا عمل جاری رہے۔

مذکورہ بالا تمام آیاتِ کریمہ میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا اسلام میں مطلوب ہے۔

پھر اسی طرح احادیثِ نبویہ میں بھی اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک صحابی نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اسلام کے احکام تو بہت زیادہ اور کثیر تعداد میں ہیں۔ آپ مجھے کوئی ایسی شے بتائیے کہ جسے میں مضبوطی سے تھام لوں اور انہماک سے اس عمل کو کرتا رہوں۔ اس پر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ:

''لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ'' (سنن الترمذی ، رقم الحدیث : ۳۳۷۵ ، أبواب الدعوات ، باب ما جاء فی فضل الذکر)

''تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے'' (ترمذی)

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ'' (مسلم ، رقم الحدیث : ۳۷۳ ، کتاب الحیض ، باب ذکر اللہ تعالی فی حال الجنابۃ وغیرھا)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے'' (مسلم)

الغرض قرآن وسنت کی تعلیم بلکہ تلقین اورتاکید یہ ہے کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو، اس کے نام کی رَٹ لگاؤ اور اپنے اوقات کا اکثر حصہ اس کی یاد میں بسر کرو۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے ہر دَم اور ہر لمحہ زبان پر خدا ہی کا نام ہو۔

اس سے ذکرِ الٰہی کی اہمیت وعظمت واضح ہوتی ہے۔ اللہ کو یاد کرنا، اس کے نام کی مالا جپنا اور اس کی بڑائی بیان کرنا اسلام کی نظر میں ایک اہم عمل اور عظیم عبادت ہے۔ لیکن موجود مادی زمانہ اور افراتفری کے دور میں اس عبادت کی عظمت واہمیت کا احساس بہت سے مسلمانوں کے دلوں میں کم ہو چکا ہے۔ جس کا اندازہ ہر مسلمان کو اپنا احتساب کرنے سے ہوسکتا ہے کہ ہم روزانہ کتنا وقت اللہ کے ذکر میں اور اس کی یاد میں صَرف کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ عبادت ہے کہ جس کے متعلق خدا کا فرمان ہے کہ:

"وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ" (سورة العنكبوت : رقم الآية : ۴۵)

"اور اللہ کا ذکر بہت بڑا (عمل) ہے" (عنکبوت)

اور اسی عبادت میں وہ سکون پوشیدہ ہے کہ جس کی ہر انسان کو تلاش اور جستجو رہا کرتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ:

"أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" (سورة الرعد، رقم الآية : ۲۸)

"آگاہ ہو جاؤ! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون ملتا ہے" (رعد)

خدا کی یاد اور اس کا ذکر ہی صحیح معنوں میں ایک انسان کو سکون دے سکتا ہے۔ ورنہ تو کتنی ہی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ طرح طرح کے اسبابِ راحت اور سکون کے تمام وسائل ہونے کے باوجود بھی انسان کی زندگی میں بے چینی اور بے سکونی کا راج ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس خدا کو یاد کرنے والے اور اللہ کا ذکر کرنے والے لوگ اگر بظاہر کسی پریشانی یا بیماری میں بھی مبتلا ہوں، تو ان کا دل سکون سے معمور ہوتا ہے اور یہ سب ذکرِ الٰہی کی کثرت کی بدولت ہی حاصل ہوتا ہے۔

لہٰذا اس عبادت کی اہمیت وعظمت کو سمجھنا چاہیے اور اپنے روزمرہ کے اوقات میں کثرت سے اس آسان لیکن عظیم عمل کو سرانجام دیتے رہنا چاہیے۔

بسلسلہ : تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ شعبان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□...... ماہِ شعبان ۹۵۱ھ میں حضرت محمد بن عبدالبر بن شحنۃ مصری حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۲ ص ۳۹)

□...... ماہِ شعبان ۹۵۶ھ میں حضرت شیخ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن حسن مالکی مصری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسنى، ج۴ ص ۴۱۵)

□...... ماہِ شعبان ۹۵۸ھ میں حضرت شیخ حسین بن احمد بن ابراہیم خوارزمی خوشانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۲ ص ۱۳۸)

□...... ماہِ شعبان ۹۶۲ھ میں حضرت شیخ کبیرالدین بن جہانگیر جونپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسنى، ج۴ ص ۴۰۰)

□...... ماہِ شعبان ۹۶۳ھ میں حضرت احمد بن حسین بن حسن بن محمد شامی قبیباتی جبائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (شذرات الذهب في أخبار من ذهب لابى الفلاح عبدالحيي عكرى حنبلى، ج۱۰ ص ۴۸۴)

□...... ماہِ شعبان ۹۶۶ھ میں حضرت شہاب الدین احمد بن عبدالأول قزینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (شذرات الذهب في أخبار من ذهب لابى الفلاح عبدالحيي عكرى حنبلى، ج۱۰ ص ۵۰۴)

□...... ماہِ شعبان ۹۶۹ھ میں حضرت ابراہیم بن عمر بن مفلح حنبلی رامینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۳ ص ۸۴)

□...... ماہِ شعبان ۹۷۰ھ میں حضرت شیخ عبدالوہاب بن ابی الفتح مکی اکبرآبادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسنى، ج۴ ص ۳۸۱)

□...... ماہِ شعبان ۹۷۱ھ میں حضرت شیخ مظفر بن ابی الوقت شریف حسنی گجراتی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسنى، ج۴ ص ۳۲۶)

□...... ماہِ شعبان ۹۷۷ھ میں حضرت شمس الدین محمد بن محمد خطیب شربینی قاہری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۷۳ ،شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰ ص ۵۶۲)

□...... ماہِ شعبان ۹۷۸ھ میں حضرت نورالدین علی بن علی نسفی مصری دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۱۷۳)

□...... ماہِ شعبان ۹۸۲ھ میں حضرت خوجہ امین الدین محمود ہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۴۲۹)

□...... ماہِ شعبان ۹۸۳ھ میں حضرت شیخ علامہ مفتاح بن عبداللہ حبشی ہندی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۱۸۷)

□...... ماہِ شعبان ۹۸۴ھ میں حضرت شیخ عبدالقادر بن علی چشتی مندوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۳۷۱)

□...... ماہِ شعبان ۹۸۶ھ میں حضرت شیخ عمادالدین محمد بن محمد دمشقی حنفی عنابی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۳۷)

□...... ماہِ شعبان ۹۸۷ھ میں حضرت ابوالفتح محمد بن حسین بن سلیمان الاسطوانی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۵۱)

□...... ماہِ شعبان ۹۹۰ھ میں حضرت شیخ فاضل سیف الدین بن سعداللہ بن فیروز بخاری دہلوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۳۴۶)

□...... ماہِ شعبان ۹۹۴ھ میں حضرت شیخ فخرالدین بن کبیرالدین جونپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۳۹۴)

□...... ماہِ شعبان ۹۹۶ھ میں حضرت سید حسن بن امام قاسم بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن رشید بن احمد رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج۱ ص ۲۰۵)

□...... ماہِ شعبان ۹۹۶ھ میں حضرت شیخ محمود بن جلال گجراتی مندوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۴۲۴)

□...... ماہِ شعبان ۹۹۹ھ میں حضرت فقیہ مفتی جنید بن بہاءالدین قرشی ملتانی اکبرآبادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۳۲۷)

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط 9)

گزشتہ اقساط میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب وتلامذہ کا مختصر ذکر اور ساتھ ہی فقہ حنفی کی امہات الکتب کا ذکر کیا گیا، ذیل میں چند مزید کتب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فقہ حنفی کے متون

فقہ حنفی میں متون سے مراد وہ مختصر کتابیں ہیں کہ جن کو کسی ماہر فقیہ نے لکھا ہو، اور پھر ان کتب کو اعتماد اور شہرت حاصل ہو چکی ہو، اور ان کتب کے مصنف راجح اقوال ہی نقل کرتے ہوں، اور ان کتب کو مختصر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کتب میں مختصر الفاظ کے اندر وسیع معانی کو سمو دیا گیا ہے، ان میں سے بعض تو بہت ہی مختصر ہیں، جب کہ بعض میں تھوڑی تفصیل بھی ہے۔

علمائے کرام کے نزدیک قبولیت وعدمِ قبولیت کے اعتبار سے متون مختلف زمانوں میں مختلف رہے ہیں، جیسا کہ متقدمین کے متون، اور متاخرین کے متون، اور متون کے معتمد اور غیر معتمد ہونے کے اعتبار سے بھی ان کی الگ الگ تفصیل ہے۔

اس طرح کے متون ومختصرات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(1)......متقدمین کے متون (2)......متاخرین کے متون

ان متون کو ''متونِ معتبرہ'' اور ''متونِ معتمدہ'' بھی کہا جاتا ہے، اور یہ متون آج بھی فقہ حنفی میں اسی اصطلاح سے مشہور ہیں۔ [1]

---

[1] كأصحاب المتون المعتبرة من المتأخرين، مثل صاحب الكنز، وصاحب المختار، وصاحب الوقاية، وصاحب المجمع، وشأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة والروايات الضعيفة (رد المحتار، ج ۱، ص ۷۷، تحت المقدمة)

ثم المراد بالمتون في قولهم: ما في المتون مقدم، ليس جميع المتون، بل المختصرات التي ألفها حذاق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگ علماء نے متون تالیف کیے، جن کو مزید تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(3)......جامع متون (4)......متونِ جدیدہ (5)......متونِ صغیرہ

(1)......متقدمین کی متون

یہ وہ کتابیں ہیں کہ جن کو متقدمین فقہاء نے تحریر کیا، جس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

(۱)......مختصرُ الطحاوی:

یہ کتاب فقہ حنفی کے مشہور فقیہ امام **ابو جعفر الطحاوی** (متوفی: 321ھ) کی تالیف کردہ ہے، جس کو فقہ حنفی کا پہلا متن سمجھا گیا ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ مسائل میں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور حسن بن زیاد رحمہم اللہ کے اقوال نقل کرتے ہیں، اور پھر اس میں ترجیح دیتے ہیں، اور بعض اوقات ان حضرات کی رائے کے مقابل، اپنی رائے کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۵۸، تحت الترجمة: الطحاوی)

(۲)...... كتابُ الكافي:

فقہ حنفی کے ایک مشہور فقیہ "**ابو الفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی**" (المتوفی: 334)" جو کہ "حاکم شہید" کے نام سے معروف ہیں، نے "کتبِ ظاہرُ الروایت" کہ جن کو "اصول" کی کتابیں بھی کہا جاتا ہے، سے مکرر مسائل کو حذف کر کے، ان کو "**الكافي في فروع الحنفية**" کے نام سے مرتب کیا ہے، جو کہ "**كتابُ الكافي للحاكم**" کے نام سے بھی مشہور ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الأئمة، وكبار الفقهاء المعروفين بالعلم والزهد والفقه والثقة فى الرواية، كأبى جعفر الطحاوى والكرخى والحاكم الشهيد والقدورى، ومن فى هذه الطبقة.

وقد كثر اعتماد المتأخرين على (الوقاية) لبرهان الشريعة، و(كنز الدقائق) لأبى البركات حافظ الدين عبد الله بن أحمد النسفى، المتوفى سنة عشرة وسبعمئة، و(المختار) لأبى الفضل مجد الدين عبد الله بن محمود الموصلى، المتوفى سنة ثلاث وثمانين وستمئة، و(مجمع البحرين) لمظفر الدين أحمد بن على البغدادى المتوفى سنة أربع وتسعين وستمئة، و(مختصر القدورى) لأحمد بن محمد المتوفى سنة ثمان وعشرين وأربعمئة؛ وذلك لما علموا من جلالة مؤلفيها، والتزامهم إيراد مسائل معتمد عليها.

وأشهرها ذكرا، وأقواها اعتمادا: (الوقاية)، و(الكنز)، و(مختصر القدورى)، وهى المراد بقولهم: المتون الثلاثة، وإذا أطلقوا المتون الأربعة أرادوا هذه الثلاثة: و(المختار)، أو (المجمع) (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج ۱، ص ۴۰ و ۴۱، مقدمة العمدة)

مذہب کو نقل کرنے میں یہ کتاب بڑی معتمد ہے،اوراس کتاب کو قبولِ عام بھی حاصل ہوا، بڑے بڑے علماء وفقہاء نے اس کی شروحات لکھیں،جن میں سب سے مشہور اور معتمد شرح ''شمس الائمہ سرخسی'' (المتوفی:483) رحمہ اللہ نے ''المبسوط'' کے نام سے لکھی ہے،جس کو ''المبسوط للسرخسی'' بھی کہا جاتا ہے۔

(۳)......مختصرُ الکرخی:

یہ امام ''ابو الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی'' (متوفی:340ھ) کی تالیف ہے،جو فقہ کے اہم متون میں سے ہے،اس کی کئی شروحات لکھی گئی ہیں،فقہ کی کتابوں میں کثرت سے اس کے حوالے ملتے ہیں۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا ، ص ٣٦٦، تحت الترجمة: الكرخی)

(۴)......مختصرُ القدوری:

مختصرُ القدوری فقہ حنفی کے مشہور امام ''ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی القدوری'' (متوفی:428ھ) کی تالیف ہے،جو فقہ حنفی میں متفق علیہا متون کی حیثیت رکھتی ہے، متاخرین حنفیہ نے جن چار متون کو سب سے زیادہ معتبر و مستند قرار دیا ہے،ان میں سے ایک ہے۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا ، ص ٣٦٥، تحت الترجمة: القدوری)

(2)......متاخرین کی متون

یہ وہ کتابیں ہیں کہ جن کو متاخرین فقہاء نے تحریر کیا ہے،جس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

(۱)......وقایةُ الروایة فی مسائل الھدایہ:

اس کتاب کے مؤلف ''برھانُ الشریعہ محمود بن احمد المحبوبی'' (متوفی: 673ھ) ہیں،جو فقہ حنفی کے متونِ اربعہ میں سے ایک ہے،''الوقایة'' کے نام سے جانی جاتی ہے،اس کتاب میں دلائل کو حذف کر کے ہدایہ کے اصل مسائل جمع کیے گئے ہیں،فقہ حنفی میں اس کتاب سے بڑا اعتناء کیا گیا ہے،اس کی مختلف شروحات اور حاشیے لکھے گئے،جن میں مصنف کے پوتے عبیداللہ بن مسعود (متوفی:747ھ) کی ''شرحُ الوقایة'' کو خاص طور پر بڑا قبولِ عام

حاصل ہوا، جو آج کل بہت سے مدارس میں شاملِ نصاب ہے۔ [1]

(۲)......المختار (الاختیار لتعلیل المختار):

متاخرین حنفیہ کے یہاں متونِ اربعہ کے نام سے جو کتابیں جانی جاتی ہیں، ان میں تیسری بڑی کتاب ہے، جس کے مؤلف "عبداللّٰہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی" (متوفیٰ:683ھ) ہیں، اس کتاب کا نام "المختار للفتاویٰ" ہیں، مؤلف کے مطابق اس کتاب میں صرف مفتیٰ بہ اقوال کا ہی انتخاب کیا گیا ہے، خود مصنف رحمہ اللہ ہی نے "الاختیار لتعلیل المختار" کے نام سے اس کی شرح بھی کی ہے، جس میں دلائل کے ذکر کے ساتھ ساتھ، احادیث بھی کثرت سے نقل کی گئی ہیں، اس لحاظ سے یہ کتاب ایک خاص اہمیت کی حامل اور جامع متون میں سے ہے۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۴۲۳، تحت الترجمة: الموصلى)

(۳)......مجمع البحرين:

متاخرین کی متونِ اربعہ میں سے چوتھی کتاب یہی ہے، کتاب کا پورا نام "مجمع البحرین وملتقی النہرین" ہے، مصنف "مظفر الدین احمد بن علی رحمہ اللّٰہ" (متوفیٰ: 694ھ) ہیں، جو "ابن الساعاتی" کے نام سے مشہور ہیں، فقہاء کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے دیگر مؤلفین سے جداگانہ رموز اختیار کرتے ہیں، جیسے کسی کی رائے کے لیے جملہ اسمیہ، کسی کے لیے جملہ فعلیہ بفعل مضارع، یا پھر بفعل ماضی، وغیرھا ذلک۔

مصنف رحمہ اللہ نے کتاب میں قدوری اور منظوم نسفی کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل کا اضافہ ہے۔ [2]

---

[1] (وقاية الرواية فى مسائل الهداية) وهى أحد المتون المعتمدة فى المذهب الحنفى، لمحمود بن أحمد بن عبيد الله بن إبراهيم المَحْبُوبِيّ، تاج الشريعة (التحقيق العجيب فى التثويب، للامام الإمام محمد عبد الحى اللكنوى، ص ۴۲)

[2] مجمع البحرين، وملتقى النهرين، فى فروع الحنفية.

للإمام، مظفر الدين: أحمد بن على بن ثعلب، المعروف: بابن الساعاتى، البغدادى، الحنفى.المتوفى: سنة 694، أربع وتسعين وستمائة ......جمع فيه: (مسائل القدورى) ، و (المنظومة) ، مع زيادات (كشف الظنون، ج۲، ص ۱۵۹۹، باب الميم)

(۴)......کنزُ الدقائق:

اس کتاب کے مؤلف''ابو البرکات حافظ الدین عبدالله ابن احمد نسفی''(متوفی: 710ھ)ہیں، یہ کتاب فقہ حنفی کے اہم اور معتبر متون میں سے ہے، فقہ کے تمام ابواب کواختصار کے موتیوں میں پرودیا گیا ہے۔

مصنف نے اختلافِ مذہب کو بیان کرنے کے لیے مختلف حروف کو بطورِ رمز استعمال کیا ہے، اہلِ علم حضرات نے اس کتاب سے خوب استفادہ کیا ہے، ابنِ نجیم رحمہ اللہ (متوفیٰ: 970ھ) کی ''البحرُ الرائق''اورزیلعی (متوفیٰ:743ھ) کی''تبیینُ الحقائق''اس کی اعلیٰ درجہ کی شروحات میں سے ہیں۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۷۳، تحت الترجمة: النسفی، 710وعند البعض 701ھ)

(۵)......النقاية(مختصر الوقاية):

اس کتاب کے مؤلف''عبید اللّٰہ بن مسعود المحبوبی الحنفی''(متوفی:747ھ)ہیں جوکہ''برهانُ الشريعة محمود بن احمد المحبوبی''(متوفیٰ:673ھ) کے پوتے، اور''صدر الشريعة الثانی''کے لقب سے بھی مشہور ہیں، مذکورہ کتاب کوعلامہ ابنِ عابدین شامی اوردیگر حضرات نے بھی فقہ حنفی کے متون میں سے شمار کیا ہے، جوکہ درحقیقت''وقایةُ الروایہ فی مسائل الهداية''کا اختصار ہے، مصنف رحمہ اللہ ہی کی ایک اورکتاب''شرحُ الوقاية''کے نام سے بھی شاملِ نصاب ہے۔[1] (جاری ہے......)

---

[1] هو عبيد الله بن مسعود بن محمود بن أحمد، المحبوبی، الحنفی، صدر الشريعة الأصغر......أخذ العلم عن جده محمود وعن أبی جده أحمد صدر الشريعة من تصانيفه: " شرح الوقاية "، و "النقاية، عنصر الوقاية "، و "التنقيح "، وشرحه "التوضيح "فی أصول الفقه، " تعديل العلوم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ص ۳۶۱، تحت الترجمة:صدر الشريعة)
ولما كان كتاب النقاية مختصر الوقاية التی هی مقتصر الهداية المقبول عند أرباب البداية والنهاية، من أوجز المتون الفقيهة، فی مذهب السادة الحنفية، الذين هم قادة ذی الملة الحنيفية، قصدت أن أكتب عليه شرحا غير مخل ولا ممل، يبين مشكلات مبانيه (شرح النقاية، لعلی بن سلطان محمد القاری، ج ۱، ص ۵)

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 60) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں مذہبی آزادی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت اسلام کے اس اصول پر قائم تھا، جس میں غیر مسلموں کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ اسلام نے بھی اس اساس کا ذکر جا بجا کیا ہے۔ کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی اسے جبراً اسلام قبول کروایا جاسکتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (سورة البقرة رقم الآية ٢٥٦)

ترجمہ: دین میں کسی قسم کی کوئی زبردستی نہیں ہے (بقرہ)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کیا ہے، کہ دین اسلام قبول کرنے کے معاملہ میں کسی قسم کا کوئی جبر اور زبردستی نہیں ہے۔

بعض تجدد پسند حامی مذکورہ آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ دین میں زبردستی نہ ہونے سے مراد دین کے نظام میں زبردستی نہ ہونا ہے۔ حالانکہ اول تو آیت کا سیاق وسباق ہی اس مفہوم کی نشاندہی کرتا ہے، کہ مذکورہ آیت سے مراد دین قبول کرنے میں زبردستی ہونے کی نفی ہے، نہ کہ دین کے نظام میں۔ [1]

---

[1] لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورة البقرة رقم الآية ٢٥٦)

وقيل نزلت فى أهل الكتاب إذا قبلوا بذل الجزية لم يكرهوا على الإسلام وذلك أن العرب كانت أمة أمية ولم يكن لهم كتاب يرجعون إليه فلم يقبل منهم إلّا الإسلام أو القتل ونزل فى أهل الكتاب لا إكراه فى الدين يعنى إذا قبلوا الجزية فمن أعطى الجزية منهم لم يكره على الإسلام فعلى هذا القول تكون الآية محكمة ليست بمنسوخة وقيل: بل الآية منسوخة وكان ذلك فى ابتداء الإسلام قبل أن يؤمروا بالقتال ثم نسخت بآية القتال وهو قول ابن مسعود وقال الزهرى سألت زيد بن أسلم عن قول الله تعالى لا إكراه فى الدين قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرا یہ کہ قرآن مجید کی دیگر آیات واحادیث سے دین کے نظام وانصرام کو قائم کرنے اور رکھنے کے لیے دین والوں پر بعض حالات میں دین کے احکامات اور شعائر کو ایک بڑی سطح پر قائم اور رواں رکھنے کے لیے زبردستی کا حکم دیا گیا ہے۔ ؎۲

اور یہ کوئی ایسا حکم نہیں کہ جو اجنبی و ناموس معلوم ہو، کیونکہ اسکول، کالج یونیورسٹی وغیرہ میں، حتیٰ کہ ہر ادارے کے نظام کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے بیرونی افراد پر اس قسم کی زبردستی نہیں کی جاتی، جس قسم کی اس کے اندرونی افراد کو بسا اوقات جبراً اس کے بعض قوانین ماننے پڑتے ہیں۔ ؎۳

اسی طرح اسلام صرف غیر مسلم ذمیوں تک محض پیغام رسانی تک کا فریضہ مسلمانوں پر عائد کرتا ہے، نہ کہ ان سے زبردستی اسلام کے منوانے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ (سورة الشورىٰ رقم الآية ۴۸)

ترجمہ: پھر اگر وہ اعراض کریں، تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا، آپ پر محض پیغام پہنچا دینا ہے (شوریٰ)

یعنی اگر غیر مسلم اسلام قبول کرنے سے اعراض کریں، تو جبراً ان سے اسلام منوانا اور ان پر مسلسل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بمكة عشر سنين لا يكره أحدا فى الدين فأبى المشركون إلّا أن يقاتلوه فاستأذن الله فى قتالهم فأذن له ومعنى لا إكراه فى الدين أى دين الإسلام ليس فيه إكراه عليه قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ يعنى ظهر ووضح وتميز الحق من الباطل والإيمان من الكفر والهدى من الضلالة بكثرة الآيات والبراهين الدالة على صحته (تفسير الخازن ج ۱ ص ۱۹۱ سورة البقرة، تحت رقم الآية ۲۵۶)

؎۲ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (سورة الحج رقم الآية ۴۱)

؎۳ Law enforcement is the activity of some members of government who act in an organized manner to enforce the law by discovering, deterring, rehabilitating, or punishing people who violate the rules and norms governing that society. The term encompasses police, courts, and corrections.

(New Law Journal - Volume 123, Part 1 - Page 358, 1974)

نگہبان نہیں بن جانا ہے، بلکہ احسن طریقے سے ان تک پیغام پہنچا دینا ہے۔ [1]

پھر کس طریقے سے پیغام پہنچانا ہے، اس کا بھی اسلام نے ذکر کیا ہے کہ حکمت، موعظت، مودت اور محبت کے ساتھ اسلام کا پیغام پہنچایا جائے، نہ کہ درشتی سے کام لے کر دوسروں کو متنفر کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ہی ارشاد ہے۔

اُدۡعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِينَ(سورة النحل رقم الآية ۱۲۵)

ترجمہ: آپ بلایے اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت، اور اچھی نصیحت کے ساتھ، اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے مجادلہ کیجیے۔ یقیناً آپ کا رب ہی ان لوگوں کو بہتر جانتا ہے، جو اس کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں، اور وہی بہتر جانتا ہے، انہیں جو راہ راست پر ہیں۔ (نحل)

مذکورہ آیت میں بھی ایک طریقہ حکمت کا بتلایا گیا ہے، اور حکمت حالات کے اعتبار سے اور وقت کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے۔ کسی کی مصروفیت کے وقت اس کو اپنے سے بات کرنے پر مجبور کرنا، اور اسے اس کے کاموں کے علاوہ دوسری باتوں میں الجھانا، دعوت کو فائدے کے بجائے نقصان پہنچا سکتا ہے۔

اسی طرح اچھی نصیحت کے ساتھ اچھی بات نرم لہجے کے ساتھ ہی اثر رکھتی ہے۔

تیسری چیز مجادلہ ہے، جو وقت کے لحاظ سے عقلی دلائل، اور قطعی ونقلی دلائل کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ مذکورہ تینوں طریقے لوگوں کے علم اور عقل کے اعتبار سے مختلف درجات رکھتے ہیں۔

---

[1] فَإِنۡ أَعۡرَضُوا أی عن الإجابة فَما أَرۡسَلۡناکَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيظاً أی تحفظ أعمالهم إِنۡ عَلَيۡکَ إِلَّا الۡبَلاغُ أی ليس عليک إلا البلاغ وفيه تسلية للنبی صلّی الله عليه وسلّم(تفسير الخازن ج۴ص۱۰۳ سورة الشوریٰ تحت رقم الآية ۴۸)

اور مجادلہ کا کام اہلِ علم اور اشیائے موجودہ کے حقائق سے بہرہ ور ہی کر سکتے ہیں۔ ۱

اسی مجادلہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی دیگر مواقع پر بھی کیا گیا ہے۔ ۲

بعض حضرات کے نزدیک غیر مسلموں کے ساتھ مجادلہ وغیرہ کی آیات آیتِ قتال سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ ۳

مگر دیگر حضرات کے نزدیک جو غیر مسلم جزیہ دے کر امان حاصل کر لیں، تو ان کی جان، مال، عزت آبرو وغیرہ کی حفاظت مسلمان حکومت پر لازم ہے، اور ان کو بھی دعوت قرآنی اصول کے اعتبار سے پہنچائی جائے گی، اور ان کے ساتھ دین کے معاملہ میں زبردستی نہ کی جائے گی۔ ۴

---

۱ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ يعني بالطريقة التي هي أحسن طرق المجادلة من الرفق واللين من غير فظاظة ولا تعنيف .وقيل: إن الناس اختلفوا وجعلوا ثلاثة أقسام: القسم الأول هم العلماء الكاملون أصحاب العقول الصحيحة والبصائر الثاقبة الذين يطلبون معرفة الأشياء على حقائقها، فهؤلاء المشار إليهم بقوله ادع إلى سبيل ربك بالحكمة يعني ادعهم بالدلائل القطعية اليقينية حتى يعلموا الأشياء بحقائقها حتى ينتفعوا وينفعوا الناس وهم خواص العلماء من الصحابة وغيرهم.

القسم الثاني: هم أصحاب الفطرة السليمة، والخلقة الأصيلة وهم غالب الناس الذين لم يبلغوا حدّ الكمال، ولم ينزلوا إلى حضيض النقصان فهم أوساط الأقسام، وهم المشار إليهم بقوله: والموعظة الحسنة أي ادع هؤلاء بالموعظة الحسنة .القسم الثالث: هم أصحاب جدال وخصام ومعاندة، وهؤلاء المشار إليهم بقوله: وجادلهم بالتي هي أحسن حتى ينقادوا إلى الحق ويرجعوا إليه .وقيل: المراد بالحكمة القرآن يعني ادعهم بالقرآن الذي هو حكمة وموعظة حسنة، وقيل: المراد بالحكمة النبوة أي ادعهم بالنبوة والرسالة والمراد بالموعظة الحسنة الرفق واللين في الدعوة، وجادلهم بالتي هي أحسن أي أعرض عن أذاهم ولا تقصر في تبليغ الرسالة(تفسير الخازن ج۳ص۱۰۷ سورة النحل رقم الآية ۲۴)

۲ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ(سورة العنكبوت رقم الآية ۴۶)

۳ قال قتادة وغير واحد: هذه الآية منسوخة بآية السيف، ولم يبق معهم مجادلة، وإنما هو الإسلام أو الجزية أو السيف .وقال آخرون: بل هي باقية محكمة لمن أراد الاستبصار منهم في الدين، فيجادل بالتي هي أحسن ليكون أنجع فيه، كما قال تعالى: ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة [النحل: 125] الآية، وقال تعالى لموسى وهارون حين بعثهما إلى فرعون فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أو يخشى [طه: 44] وهذا القول اختاره ابن جرير، وحكاه عن ابن زيد .(تفسير ابن كثير ج۶ ص۲۵۶ سورة العنكبوت تحت رقم الآية ۴۶)

۴ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ أي ولا تخاصموهم إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ أي القرآن والدعاء إلى الله بآياته والتنبيه على حججه وأراد بهم من قبل الجزية منهم إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ يعني أبوا أن يعطوا الجزية ونصبوا الحرب فافجؤوهم بالسيف حتى يسلموا أو يعطوا الجزية ومعنى الآية إلا الذين ظلموكم لأن جميعهم ظالم بالكفر وقيل هم أهل الحرب ومن لا عهد له(تفسير الخازن ج۳ص۳۸۲ سورة العنكبوت تحت رقم الآية ۴۶)

یہی وہ منہجِ قرآنی ومنہجِ نبوی تھا، جس کے تحت خلفائے راشدین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں وغیرہ کے دین پر انہیں قائم رہنے دیا، اور انہیں اسلام میں داخل ہونے پر جبر نہ کیا۔ [1]

عہدِ فاروقی میں بھی اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں، جس کا ذکر ان شاءاللہ آگے آتا ہے۔

---

[1] وحافظ آخرون على دياناتهم اليهودية و النصرانية والمجوسية، وقد دفعوا الجزية للدولة الإسلامية، حسب ما ورد في القرآن والسنة من أخذها من أهل الكتاب(عصر الخلافة الراشدة ج ١ ص ١٨٤ الباب الثالث،الفصل الاول)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

اللہ موجود ہے؟

پیارے بچو! ایک آدمی تھا۔اس کے بال بڑے ہوگئے تھے۔اس کی داڑھی بھی بہت بڑی ہوگئی تھی۔اس نے سوچا کہ نائی کے پاس جایا جائے،اور بال کٹوائے جائیں۔یہ سوچتے ہوئے وہ گھر سے نکلا،اور قریب بازار میں ایک نائی کی دکان پر چلا گیا۔

نائی کی دکان میں داخل ہونے کے بعد کچھ دیر وہ بیٹھا اپنی باری کا انتظار کرتا رہا۔پھر جب اس کی باری آگئی،تو وہ جاکر بال کٹوانے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔پہلے تو نائی نے اس کے آگے ایک گول کپڑا اس کی گردن کے گرد گھما کر باندھ دیا۔پھر نائی نے اپنے دائیں ہاتھ سے قینچی اس طرح پکڑی کہ اس کے ہاتھ کا انگوٹھا قینچی کے ایک گول سوراخ میں تھا،اور ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی قینچی کے دوسرے سوراخ میں تھی۔

پھر دوسرے ہاتھ میں نائی نے ایک کنگھی پکڑی اور اس بندے کے بال کاٹنا شروع کردیئے۔بال کاٹتے کاٹتے بندے کی اور نائی کی اچھی بات چیت ہوگئی۔

اچانک ہی دونوں کے درمیان اللہ کے ہونے یا نہ ہونے کی بحث چھڑ گئی۔نائی نے کہا:

”دیکھو بھائی!میرا خیال نہیں کہ خدا کا موجود ہے،جیسے آپ کہتے ہو۔“

اس بندے نے جواب دیا:”آپ ایسا کیوں سوچتے ہو؟“

نائی نے جواب دیتے ہوئے کہا:

”اس کا جواب تو بہت ہی آسان ہے۔آپ باہر جاؤ،اور باہر جاکر دیکھو اور محسوس کرو کہ خدا موجود نہیں ہے۔آپ خود ہی بتاؤ،اگر خدا موجود ہوتا،تو یہاں اتنے سارے لوگ بیمار ہوتے؟کیا اتنے سارے بچے معذور ہوتے؟اگر خدا موجود ہوتا،تو یہاں کسی قسم کا کوئی درد اور تکلیف نہ ہوتی۔“

وہ بندہ ایک لمحہ کے لیے رک گیا،اس نے کچھ سوچنا شروع کردیا،اور ابھی کوئی جواب دینا مناسب

نہ سمجھا۔

نائی چپ چاپ اس کے بال کاٹتا رہا، اور جب وہ اس کے بال کاٹ کر فارغ ہو گیا، تو اس نے ایک برش سے اس کے سر، منہ اور گردن پر لگے بالوں کو اچھی طرح صاف کیا۔ بالوں کی صفائی کے وقت منہ پر برش پڑتے ہوئے، اس بندے کو بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا، اور اسی وجہ سے وہ اپنی آنکھیں زور سے بند کیے ہوئے تھا۔ اس کے بعد نائی نے اس کے اوپر سے کپڑا اتارا۔ پھر وہ بندہ پیسے دے کر باہر چلا گیا۔

جیسے ہی وہ نائی کی دکان سے باہر نکلا، تو اس نے روڈ پر ایک آدمی کو دیکھا۔ اس آدمی کے لمبے لمبے بال تھے، وہ میلا کچیلا تھا، اس کی داڑھی بھی اتنی لمبی اور میلی تھی کہ اس کی داڑھی میں گنتھیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ سالوں بیت گئے ہوں، اور اس نے اپنے بال نہ کٹوائے ہوں۔

پھر وہ بندہ دوبارہ نائی کی دکان میں آیا، اور اس نے نائی سے کہا: ''پتا ہے، نائی کا کوئی وجود نہیں ہے۔''

''تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ نائی کا کوئی وجود نہیں؟ میں یہاں تمہارے سامنے موجود ہوں۔'' نائی نے جلدی سے جواب دیا۔

''نہیں۔ نائی موجود نہیں، کیونکہ اگر نائی موجود ہوتے، تو اس دنیا میں کوئی بھی ایسا بندہ موجود نہ ہوتا، جس کے بالوں کی سیٹینگ نہ ہوئی ہوتی، بالکل اس آدمی کی طرح جو روڈ پر جا رہا تھا۔'' اس بندے نے آرام سے جواب دیا۔

نائی نے جواب دیا: ''نائی تو موجود ہیں، کیا ہے کہ کچھ لوگ نائیوں کے پاس نہیں آتے۔''

''بالکل'' بندے نے اس کے جواب کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔ ''یہی تو بات ہے کہ خدا موجود ہے، مگر لوگ اس کے پاس نہیں جاتے، اور اس کی تلاش نہیں کرتے، اسی وجہ سے دنیا میں بہت زیادہ دکھ اور تکلیفیں ہیں۔

پیارے بچو! جب انسان کسی چیز کی تلاش کرتا ہے، تو وہ ضرور اسے ملتی ہے۔ اللہ کو بھی جب اس کی عبادت سے، اور اس کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ڈھونڈو گے، تو اللہ ضرور مدد کرے گا۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط 48) مفتی طلحہ مدثر

حضانت (پَرورش) میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)

معزز خواتین! یہ بات مسلّمہ ہے، کہ بچہ کی پرورش کی دوران خاتون کو خواہ وہ بچہ کی سگی ماں ہو یا کوئی اور، بچہ کے لیے اپنی جان کھپانی پڑتی ہے، اس کی ایک ایک ضرورت کے لیے اپنے آرام وسکون کو قربان کرنا پڑتا ہے، بچہ کے ہر کام کے لیے خصوصی طور پر نگرانی اور اہتمام کرنا پڑتا ہے، اس کی خوراک، لباس، بدن کی صفائی ستھرائی وغیرہ کا خیال رکھنا پڑتا ہے، اب اس ساری محنت اور مشقت کے عوض وہ کوئی معاوضہ وصول کرسکتی ہے، یا اس کو یہ سارے کام تبرعاً اور بلا معاوضہ کرنے پڑیں گے؟، اس مسئلہ کی کچھ تفصیل اگلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

پرورش کرنے پر معاوضہ لینے کا حکم

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے، کہ پرورش کرنے والی خاتون کے لیے معاوضہ وصول کرنا جائز ہے، لیکن کون سی خاتون معاوضہ وصول کرنے کی حقدار ہے، اور کس طرح کی صورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، اس کی تفصیل اور شرائط میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، بعض فقہاء کے نزدیک اگر پرورش کرنے والی خاتون سگی ماں ہو، اور وہ اپنے بچہ کے والد کے نکاح میں یا اس کی عدت میں ہو، تو وہ پرورش پر معاوضہ لینے کی حقدار نہیں ہے، کیونکہ یہ اس پر دیانتاً واجب ہے، ہاں اگر اس کی عدت ختم ہوگئی ہے، اور وہ بغیر عوض کے پرورش پر راضی بھی نہیں ہے، تو اس کو یہ معاوضہ لینا شرعا جائز ہے، اور یہ معاوضہ دودھ پلانے اور بچہ کے اخراجات سے جدا، ایک الگ معاوضہ ہوگا، ایسی صورت میں ماں کے علاوہ کوئی دوسری خاتون اگر بلا معاوضہ بچہ کی پرورش کرنے پر رضامند ہو، اور وہ اجنبی ہے، تب تو ماں ہی مقدم ہوگی، خواہ وہ عوض ہی کیوں نہ وصول کرے، اور اگر وہ خاتون محرم ہو، تو ماں سے کہا جائے گا، یا تو وہ بلا معاوضہ پرورش کرنے پر راضی ہوجائے، یا پھر بچہ کی پرورش کا حق (بعض شرائط کے ساتھ) دوسری خاتون کو دیدیا جائے گا۔

جبکہ بعض فقہاء بغیر کسی قید کے پرورش کرنے والی خاتون کے لیے معاوضہ لینا جائز قرار دیتے ہیں ،خواہ وہ ماں ہو، یا کوئی دوسری خاتون ہو، اور بچہ کے والد کے نکاح اور عدت میں ہو یا نہ ہو، وہ بہر صورت معاوضہ لینے کے جواز کے قائل ہیں۔

پرورش حاصل ہونے کی ترتیب

اس بات پر تو فقہاء کا اجماع ہے، کہ پرورش میں ماں کا حق سب خواتین پر مقدم ہے، لیکن اگر ماں کا حق کسی وجہ سے ختم ہو جائے ،مثلاً ماں فوت ہو جائے ، یا وہ بچہ کے غیر محرم رشتہ دار سے شادی کر لے یا کوئی اور مانع ہو، تو پھر ماں کے بعد کس کا حق مقدم ہوگا، درجہ بدرجہ کس ترتیب سے حقوق منتقل ہوں گے؟ اس بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی واضح حکم نہیں ملتا، جس کی وجہ سے فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں، پرورش کا حق حاصل ہونے کی ترتیب مقرر کی ہے، جس میں تمام فقہاء کی رائے الگ اور جدا ہے، ہم اختصار کی غرض سے یہاں صرف وہ ترتیب ذکر کر رہے ہیں، جو حنفی علمائے کرام نے اختیار کی ہے۔

ان کے نزدیک پرورش میں ماں کا حق سب سے مقدم ہے، اس کے بعد نانی کا حق ہے، اس کے بعد ماں کی نانی کا، پھر بچہ کی نانی کی نانی کا، اور اسی طرح آگے تک یہ سلسلہ چلے گا، اگر قریب والی نانی موجود ہے، تو اس کا حق پہلے ہے، اگر ماں کے خاندان میں یہ نہ ہوں، تو پھر بچہ کی دادی کو حق ملے گا، پھر دادی کی ماں کو، پھر دادی کی نانی کو اس طرح آگے تک جو موجود ہو، سلسلہ چلے گا، پھر بچہ کی سگی بہن کو حق ملے گا، پھر بچہ کی ماں شریک (یعنی جن کی ماں ایک ہو باپ الگ ہو) بہن کو، پھر باپ شریک (یعنی جن کا باپ ایک ہو، ماں الگ الگ ہو) بہن کو، پھر سگی بہن کی بیٹی یعنی بھانجی کو، پھر ماں شریک بہن کی بیٹی کو، پھر سگی خالہ کو، پھر ماں شریک خالہ کو، پھر باپ شریک خالہ کو، پھر باپ شریک بہن کی بیٹی کو، پھر سگے بھائی کی بیٹی یعنی بھتیجی کو، پھر ماں شریک بھائی کی بیٹی کو، پھر باپ شریک بھائی کی بیٹی کو، پھر سگی پھوپھی کو، پھر ماں شریک پھوپھی کو، پھر باپ شریک پھوپھی کو، پھر ماں کی خالہ کو، پھر باپ کی خالہ کو، پھر ماں کی پھوپھی کو، پھر باپ کی پھوپھی کو، اگر ان میں سے کوئی

بھی خاتون نہ ہو، یا ان کو پرورش کا حق دینے میں کوئی شرعی رکاوٹ ہو، تو پھر پرورش کا حق مردوں کو منتقل کر دیا جائے گا، اور وراثت کی ترتیب سے حق منتقل ہوگا، یعنی پہلے باپ کو، پھر دادا کو، پھر پردادا کو، پھر اس کے والد کو، پھر سگے بھائی کو، پھر باپ شریک بھائی کو، اگر یہ بھی نہ ہوں، تو دوسرے محرم رشتہ داروں کو حق ملے گا، پہلے نانا کو، پھر ماں شریک بھائی کو، پھر اس کے بیٹے کو، پھر ماں کے چچا کو، پھر سگے ماموں کو، پھر ماں شریک ماموں کو۔

یہ ترتیب بذاتِ خود کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ قیاسی چیز ہے، جس میں اختلاف کی گنجائش ہے۔

پرورش کی مدت کا اختتام

بچہ پر چونکہ ماں باپ دونوں کا حق ہے، اور پرورش کا حق بچہ کو ہلاکت سے بچانے کے لیے دیا جاتا ہے، تاکہ جب تک وہ اپنے کام کاج خود کرنے کے قابل نہ ہو جائے، تب تک اس کی نگرانی کی جائے، اس بنا پر پرورش کا حق ہمیشہ کے لیے حاصل نہیں ہو سکتا، چنانچہ اگر بچہ کی پرورش کا حق حاصل تھا، تو سات سال کی عمر ہو جانے پر یہ حق ختم ہو جائے گا، اور اگر بچی کی پرورش کا حق حاصل تھا، تو نو سال کی عمر میں یہ حق ختم ہو جائے گا، پھر بچہ یا بچی کو باپ کی ولایت میں دے دیا جائے گا، اور بالغ ہونے کے بعد بچہ کو اختیار ہوگا، کہ خواہ الگ رہے، یا ماں باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ رہائش اختیار کرے، اس کی مرضی ہے، اسی طرح اگر کوئی لڑکی بیوہ یا طلاق یافتہ ہو، یا کنواری ہو لیکن بڑی عمر کی ہو، اور الگ رہنے میں کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو لڑکی کو بھی اختیار ہے، خواہ ماں، باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ رہے، یا الگ رہائش رکھے شرعاً کوئی پابندی نہیں ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ ماں باپ میں سے کسی ایک کے پاس رہے، جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک بچہ کے بڑے ہونے پر اس کو اختیار دیا جائے گا، ماں باپ میں سے جس کے پاس رہنا چاہے، رہ سکتا ہے، اور بعض فقہاء کی رائے میں لڑکی کی پرورش کا حق اس کی شادی تک برقرار رہتا ہے۔

(جاری ہے............)

لغویات سے اعراض کرنے کا حکم

سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَدۡ أَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ. الَّذِيۡنَ هُمۡ فِيۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ. وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (سورة المومنون، رقم الآيات 3،2،1)

ترجمہ: یقیناً کامیاب ہوگئے وہ مومنین، جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں، اور جو لغو چیزوں سے بچنے والے ہیں (سورہ مومنون)

اور سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ أَعۡرَضُوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا لَنَا أَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ أَعۡمَالُكُمۡ سَلَامٌ عَلَيۡكُمۡ لَا نَبۡتَغِي الۡجَاهِلِيۡنَ (سورة القصص، رقم الآية55)

ترجمہ: اور جب یہ (مومن وصالح) لوگ سنتے ہیں لغو بات، تو اعراض کرتے ہیں اس سے، اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں، اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، تم پر سلام ہو، ہم پیچھے نہیں پڑتے جاہلوں کے (سورہ قصص)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے لغو چیزوں سے اعراض کرنے اور بچنے والوں کو کامیاب قرار دیا ہے، اور ان کی تعریف فرمائی ہے، جس سے لغو چیزوں اور لغو باتوں سے بچنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جنت میں لغو اور جھوٹی بات کا وجود نہ ہوگا۔

اس لیے فضول اور لغو چیزوں سے اعراض کرنا چاہئے، اور اپنے وقت کو قیمتی بنانا چاہئے۔

نمازِ جمعہ کے لیے جلدی حاضر ہونے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن ایسا غسل کیا، جیسے جنابت اور ناپاکی سے غسل کیا جاتا ہے (کہ وہ بہت اچھی طرح اہتمام سے کیا جاتا ہے) پھر وہ (صبح سویرے پہلی ساعت میں) جمعہ کی نماز کے لئے گیا، تو وہ (اجرو ثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اُس نے ایک اونٹ (اللہ کے راستے میں) پیش کیا، اور جو دوسری ساعت میں گیا وہ (اجروثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اس نے (اللہ کے راستے میں) گائے پیش کی، اور جو تیسری ساعت میں گیا (وہ اجروثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اس نے (اللہ کے راستے میں) سینگوں والا (اچھی نسل کا) مینڈھا پیش کیا، اور جو چوتھی ساعت میں گیا (وہ اجروثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اس نے (اللہ کے راستے میں) مرغی پیش کی، اور جو پانچویں ساعت میں گیا وہ (اجروثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اس نے (اللہ کے راستے میں) ایک انڈا پیش کیا، پھر جب امام (خطبہ کے لئے) نکل آتا ہے تو (مسجد میں درجہ بدرجہ آنے والوں کے نام لکھنے والے) فرشتے (مسجد کے اندر) حاضر ہوجاتے ہیں اور خطبہ سننے لگتے ہیں (اور اپنے صحیفے و رجسٹر بند کردیتے ہیں) (بخاری، حدیث نمبر 881، مسلم 850 ''10'')

معلوم ہوا کہ نمازِ جمعہ کے لیے خطبہ سے پہلے پہلے آنے والے افراد مخصوص فضیلت کے بھی مستحق ہوتے ہیں۔

ایمان کی حلاوت ومٹھاس محسوس کرنے والے افراد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاوَةَ الإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ، بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ، مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ (بخاری، رقم الحدیث 21)

ترجمہ: تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی اس کو(ان کی وجہ سے) ایمان کی حلاوت ومٹھاس نصیب ہوگی۔ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اوراس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں(یعنی جتنی محبت اس کو اللہ اوررسول سے ہو اتنی کسی اور سے نہ ہو)اورایک وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہو اورصرف اللہ ہی کے لئے محبت ہو(یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو،صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے)اورایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچالیا ہو (خواہ پہلے ہی سے بچائے رکھا ہو،خواہ کفر سے توبہ کرلی اور بچ گیا ہو) اوراس (بچالینے) کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے، جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے(ترجمہ ختم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ مذکورہ صفات کا حامل شخص انتہائی خوش نصیب افراد میں سے ہے

درود وسلام امتِ محمدیہ کی خصوصی صفات میں سے ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :سَجَدْتُ شُكْرًا فِيمَا أَبْلَانِي مِنْ أُمَّتِي :مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً كُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ ، وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ.(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث 8511)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس نعمت پر سجدۂ شکر کیا جو (اللہ تعالیٰ) نے میری امت کی طرف سے مجھ کو عطا فرمائی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا، تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم، رقم الحدیث 408، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں (مسلم)

احادیث میں درود وسلام کے بہت زیادہ فضائل آئے ہیں کہ جن کو مختصر اً شمار میں لانا مشکل ہے، مگر ضروری ہے کہ درود وسلام کو احادیث سے ثابت شدہ الفاظ میں ہی ادا کیا جائے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

’’عمل بالحدیث‘‘ کا حکم (قسط 9)

عبدالغنی نابلسی کا دوسرا حوالہ

امام شیخ عبدالغنی نابلسی دمشقی حنفی نے اپنی تالیف ’’الحدیقۃُ الندیۃ، شرح الطریقۃ المحمدیۃ‘‘ میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جن مسائل میں فقہائے کرام کا اختلاف ہو، وہ حقیقی بدعت شمار نہیں ہوتے، اوران پر سختی ونکیر کرنا اورعوام الناس کی طرف سے فقہائے کرام میں سے کسی کے قول پر عمل ہونے کی صورت میں اس سے منع کرنا مناسب نہیں ہوتا، بلکہ عوام کا کوئی عمل، اتفاق سے فقہاء ومجتہدین میں سے کسی کے قول کے مطابق، درست وجائز واقع ہوجائے، اس کی بھی گنجائش موجود ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ موصوف، مذکورہ کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

وبعض صور العبادات الواردة فی الشرع بان یزاد فی صورتها او ینقص منها مع اعتقاد ان تلک الزیادة والنقصان طاعة بمجرد الرأی ، لتخرج من البدع هذه الزیادة والنقصان الواقعة فی العبادات علی حسب اختلاف المذاهب الاربعة الیوم کتثنیة الاقامة عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ، بالنظر الی مذهب الامام شافعی رحمه الله تعالیٰ وافرادها عند الشافعی رحمه الله تعالیٰ بالنظر الی مذهب ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ، وصلاة الکسوف برکوعین وسجودین وفاتحتین فی کل رکعة عند الشافعی ، لا عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ، فان هذا او ما اشبهه لیس ببدعة فی الدین، لانه ماخوذ من الادلة الشرعیة ، لا من مجرد الرأی (الحدیقة الندیة، شرح الطریقة المحمدیة، ج ۱، ص ۹۷، الفصل

الثانی من الفصول الثلاثة من الباب الاول فی بیان اقسام البدع، مطبوعة: المكتبة الحقیقیة ، استانبول، ترکیا، 1994ء)

ترجمہ: اور بدعت یہ بھی ہے کہ عبادت کی بعض صورتیں، جو شریعت میں وارِد ہیں، ان کی صورتوں میں زیادتی کی جائے، یا ان میں کمی کی جائے، اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ زیادتی اور نقصان، طاعت ہے، محض رائے کی بنیاد پر، تاکہ بدعت کے مفہوم سے وہ زیادتی اور نقصان خارج ہوجائے، جو عبادات میں آج کے زمانے میں مذاہبِ اربعہ کے اختلاف کی بنیاد پر واقع ہے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اقامت کے کلمات کا دودفعہ ہونا، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مقابلے میں، اور اقامت کے کلمات کا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکہرے ہونا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مقابلے میں، اور سورج گرہن کی نماز میں امام شافعی کے نزدیک، ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدوں، اور دومرتبہ سورہ فاتحہ کا ہونا، نہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، کیونکہ یہ، اور ان جیسی چیزیں، دین میں بدعت شمار نہیں ہوتیں، کیونکہ یہ دلائلِ شرعیہ سے ماخوذ ہیں، محض رائے سے ماخوذ نہیں (الحدیقة الندیة)

امام شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمہ اللہ، مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ومن هذا القبيل نهى الناس عن حضور مجالس الذكر بالجهر، وانشاد اشعار الصالحين، وان صرح فقهاء الحنفية بكراهة الجهر بالذكر، فان ائمة الشافعية كالنووى وغيره قائلون باستحباب ذالك، ولاينبغى ان ينهى العوام عما تقول به ائمة المسلمين، ولو كان العوام زاعمين انهم مقلدون لمذهب ابى حنيفة رحمه الله، وهم غير عالمين بفروع المذهب غير مجرد القول، وقد ذكر الوالد رحمه الله تعالىٰ فى شرحه على شرح الدرر فى باب قضاء الفوائت فى مبحث الظن المعتبر.

قال فى البحر شرح الكنز: والحق ان المجتهد لا كلام فيه اصلا، وان

ظنـه معتبر مطلقا سواء كانت تلك الفائتة واجبة الاداء بالاجماع، او لا ، اذ لا يلـزمـه اجتهـاد ابـى حنفية ، ولا غيره ، وان كان مقلدا لابى حـنيـفة ، فلا عبرة برأية المخالف لمذهب امامه ، وان كان عاميا ليس لـه مـذهـب معين ، فمذهبه فتوى مفتيه كما صرحوا به ، ولاعبرة برأيه وان لم يستفت احدا ، وصادف الصحة على مجتهد اجزاه ، ولا اعادة عليه كما بسطه ثمة اهـ.

ومـن هـذا القبيل :نهـى الـعـوام عـن الـمـصـافـحة، بعد صلاة الصبح، والعصر، فإن بعض المتأخرين من الحنفية، صرح بالكراهة فى ذلك، ادعاء بـأنه بدعة، مع انه داخل فى عموم سنة المصافحة مطلقا، فلا يبقى إلا مجرد التخصيص بالوقتين المذكورين، فيقتضى ابتداع ذلك.

وصـرح الـنووى فى كتابه -الأذكار -وغيـره مـن الشافعية، بأنها فى هـذيـن الـوقتيـن بدعة مباحة. فلا ينبغى للواعظ، أو المدرس، ان ينهى العوام عما أفتى بجوازه بعض أئمة الإسلام، ولو كان فى مذهب الغير، خصوصا، والعوام لا مذهب لهم، والتقليد للمذاهب الأربعة جائز لكل أحـد ،كـما بسطناه فى رسالتنا"خلاصة التحقيق فى بيان حكم التقليد والتلفيق" (الـحـديـقة الـنـدية، شـرح الطريقة المحمدية، ج۲،ص،۹۸،الخلق الثامن والأربـعـون، مـن الأخـلاق الستيـن الـمـذمـومة"الـفـتـنـة" مـطبوعة: المكتبة الحقيقية ، استانبول، تركى، 1994ء)

ترجمہ: اور (لوگوں کومنع نہ کیے جانے والی صورتوں کے)اسی قبیل سے لوگوں کوذکرِ جہری کی مجالس میں حاضر ہونے اور نیک لوگوں کے اشعار پڑھنے سے منع کرنا ہے(کہ اس سے بھی صرف جہر یا تداعی کی وجہ سے منع کرنا مناسب نہیں، جب تک کوئی اجماعی منکر لازم نہ آئے) اگر چہ فقہائے حنفیہ نے جہری ذکر (اور تداعی) کی کراہت کی

تصریح فرمائی ہے، کیونکہ ائمۂ شافعیہ، جیسا کہ نووی وغیرہ، اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں، اور یہ بات مناسب نہیں کہ عوام کو اُن افعال سے منع کیا جائے، جن کے ائمۂ مسلمین قائل ہیں، اگرچہ عوام اس بات کا گمان کرتے ہوں کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مقلد ہیں، حالانکہ وہ مذہب کے فروع کو جانتے نہیں، سوائے قولِ محض کے۔

اور میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''شرحُ الدرر'' کی اپنی شرح میں ''باب قضاء الفوائت'' کے ذیل میں ظنِ معتبر کی بحث میں ذکر کیا ہے کہ ''کنز'' کی شرح ''البحر'' میں یہ مذکور ہے کہ حق بات یہ ہے کہ مجتہد کے بارے میں تو قطعاً کوئی کلام نہیں، اور اس کا گمان مطلقاً معتبر ہے، خواہ وہ فوت شدہ نماز بالاجماع، واجبُ الاداء ہو، یا نہ ہو، کیونکہ اس مجتہد کو امام ابوحنیفہ اور ان کے علاوہ کسی اور مجتہد کا اجتہاد لازم نہیں۔

اور اگر وہ امام ابوحنیفہ کا مقلد ہو، تو پھر اس کے امام کے مذہب کے مخالف کی رائے کا اعتبار نہیں (جبکہ وہ عامی شخص نہ ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے) اور اگر وہ عامی شخص ہو، تو اس کا کوئی مذہب متعین نہیں، پس اس کا مذہب، اس کے مفتی کا مذہب ہوتا ہے (خواہ اس نے حنفی مفتی سے فتویٰ لیا ہو، یا غیر حنفی مفتی سے) جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے، اور اس کی اپنی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اور اگر اس نے کسی مفتی سے استفتاء نہیں کیا، اور پھر اس کا عمل کسی بھی مجتہد کے مطابق صحیح واقع ہو گیا، تو بھی اس کے لیے جائز ہے، اور اس پر (اس نماز وغیرہ کے عمل کا) اعادہ نہیں، جیسا کہ وہاں (یعنی البحر میں) تفصیل بیان کی گئی ہے، انتہٰی۔

اور اسی قبیل سے عوام کو فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ سے منع کرنا ہے (کہ اس سے منع کرنا بھی مناسب نہیں) کیونکہ حنفیہ کے بعض متاخرین نے اس کی کراہت کی تصریح کی ہے، اس بات کا دعویٰ کرتے ہوئے کہ یہ بدعت ہے، حالانکہ یہ مطلق مصافحے کی سنت کے عموم میں داخل ہے، پس مذکورہ دو وقتوں کے ساتھ صرف تخصیص ہی باقی رہ گئی، جو اس عمل کے مبتدع ہونے کا تقاضا کرتی ہے (لیکن اس میں توسّع

موجود ہے)

چنانچہ شافعیہ میں سے امام نووی نے اپنی ''کتابُ الاذکار ''وغیرہ میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ ان دو وقتوں میں مصافحہ کرنا ''بدعتِ مباحہ'' ہے۔

لہٰذا واعظ، یا مدرس کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ عوام کو ایسی چیز سے منع کرے کہ جس کے جواز کا بعض ائمۂ اسلام نے فتویٰ دیا ہے، اگرچہ وہ مذہبِ غیر میں ہی کیوں نہ ہو، خاص طور پر عوام کو، جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اور مذاہبِ اربعہ کی تقلید، ہر ایک کے لیے جائز ہے، جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے ''خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد و التلفيق ''میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے (الحديقة الندية)

امام عبدالغنی نابلسی حنفی کی مذکورہ عبارت کو موجودہ دور کے وہ اہلِ علم حضرات ملاحظہ فرمالیں، جو عوام کو مذہبِ معین کے برخلاف عمل کرنے پر ان کے اعمال کو ضائع و ناجائز ٹھہراتے ہیں۔

مرزا مظہر جانِ جاناں کا حوالہ

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1195ھ) فرماتے ہیں:

اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے، جو فنِ حدیث سے واقف ہو، ظاہر ہے کہ امت کے افراد پر پیغمبر کا اتباع واجب ہے، لیکن ائمہ میں سے کسی کا اتباع واجب نہیں، اور اہلِ امت کو اختیار ہے کہ وہ جس مجتہد کا مذہب چاہیں، اختیار کریں، اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنے سے حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب سے خارج ہوجاتا ہے، اگر اس کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہو، تو وہ لائے (مقاماتِ مظہری، تالیف: حضرت شاہ غلام علی دہلوی، تحقیق وتعلیق وترجمہ: محمد اقبال مجددی، صفحہ ۴۵۷ تا صفحہ ۴۵۹، بعنوان ''سولہواں مکتوب: حدیث پر عمل کرنا، ناشر: اردو سائنس بورڈ، لاہور، طبع دوم: 2001ء)

مذکورہ عبارت میں بھی جمہور امت کے قول وموقف کی ترجمانی کی گئی ہے۔

پس موجودہ دور میں جو حضرات مذکور موقف کے اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے والے پر ''تفرد''

وغیرہ کا الزام عائد کرتے ہیں، ان کی کیا حیثیت ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کے الزامات عائد کرنے والے دراصل جمہور کے موقف سے واقف ہی نہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی: 1176ھ) اپنی عظیم تالیف ''حجة الله البالغة'' میں علامہ ابنِ حزم کی طرف سے تقلید کے مطلقاً ممنوع ہونے کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنما يتم فيمن له ضرب من الاجتهاد ولو فى مسألة واحدة ، وفيمن ظهر عليه ظهورا بيننا أن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بكذا ، ونهى عن كذا ، وأنه ليس بمنسوخ إما بأن يتتبع الأحاديث وأقوال المخالف والموافق فى المسألة ، فلا يجد لها نسخا ، أو بأن يرى جمعا غفيرا من المتبحرين فى العلم يذهبون إليه ، ويرى المخالف له لا يحتج إلا بقياس أو استنباط أو نحو ذلک ، فحينئذ لا سبب لمخالفة حديث النبى صلى الله عليه وسلم إلا نفاق خفى ، أو حمق جلى.

وهذا هو الذى أشار إليه الشيخ عز الدين بن عبد السلام حيث قال: ومن العجب العجيب أن الفقهاء المقلدين يقف أحدهم على ضعف مأخذ إمامه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا، وهو مع ذلک يقلده فيه، ويترک من شهد الكتاب والسنة والأقيسة الصحيحة لمذهبهم جمودا على تقليد إمامه، بل يتخيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة، ويتأولها بالتأويلات البعيدة الباطلة نضالا عن مقلده.

وقال :لم يزال الناس يسألون من اتفق من العلماء من غير تقييد لمذهب ولا إنكار على أحد من السائلين إلى أن ظهرت هذه المذاهب

ومتعصبوها من المقلدين، فإن أحدهم يتبع إمامه مع بعد مذهبه عن الأدلة مقلدا له فيما قال كأنه نبيا أرسل، وهذا نأى عن الحق، وبعد عن الصواب لا يرضى به أحد من أولى الألباب.

وقال الإمام أبو شامة :ينبغى لمن اشتغل بالفقه ألا يقتصر على مذهب إمام، ويعتقد فى كل مسألة صحة ما كان أقرب إلى دلالة الكتاب والسنة المحكمة، وذلک سهل عليه إذا كان أتقن معظم العلوم المتقدمة، وليجتنب التعصب والنظر فى طرائق الخلاف المتأخرة فإنها مضيعة للزمان ولصفوة مكدرة، فقد صح عن الشافعى أنه نهى عن تقليده وتقليد غيره.

قال صاحبه المزنى فى أول مختصره :اختصرت هذا من علم الشافعى ومن معنى قوله :لأقرب به على من أراد مع إعلامية نهيه عن تقليده وتقليد غيره، لينظر فيه لدينه، ويحتاط لنفسه :أى مع إعلامى من أراد علم الشافعى نهى الشافعى عن تقليده وتقليد غيره انتهى.

وفيمن يكون عاميا، ويقلد رجلا من الفقهاء بعينه يرى أنه يمتنع من مثله الخطأ، وأن ما قاله هو الصواب ألبتة، وأضمر فى قلبه ألا يترک تقليده وإن ظهر الدليل على خلافه، وذلک ما رواه الترمذى عن عدى بن حاتم أنه قال :سمعته -يعنى رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ.(اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله)قال " :إنهم لم يكونوا يعبدونهم، ولكنهم كانوا إذا أحلوا لهم شيئا استحلوه، وإذا حرموه عليهم شيئا محرما ... "، وفيمن لا يجوز أن يستفتى الحنفى مثلا فقيها شافعيا وبالعكس، ولا يجوز أن يقتدى الحنفى بإمام شافعى مثلا، فإن هذا قد خالف إجماع القرون الأولى، وناقض الصحابة والتابعين.

وليس محله فيمن لا يدين إلا بقول النبى صلى الله عليه وسلم، ولا

يعتقد حلالا إلا ما أحله الله ورسوله، ولا حراما إلا ما حرمه الله ورسوله، لكن لما لم يكن له علم بما قاله النبى صلى الله عليه وسلم ولا بطريق الجمع بين المختلفات من كلامه، ولا بطريق الاستنباط من كلامه اتبع عالما راشدا على أنه مصيب فيما يقول، ويفتى ظاهرا متبع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فإن خالف ما يظنه أقلع من ساعته من غير جدال ولا إصرار.

فهذا كيف ينكره أحد مع أن الاستفتاء والافتاء لم يزل بين المسلمين من عهد النبى صلى الله عليه وسلم؛ ولا فرق بين أن يستفتى هذا دائما، أو يستفتى هذا حينا وذلك حينا بعد أن يكون مجمعا على ما ذكرناه، كيف لا ولم نؤمن بفقيه أيا كان أنه أوحى الله إليه الفقه، وفرض علينا طاعته، وأنه معصومة، فإن اقتدينا بواحد منهم فذلك لعلمنا بأنه عالم بكتاب الله وسنة رسوله، فلا يخلوا قوله إما أن يكون من صريح الكتاب والسنة، أو مستنبطا عنهما بنحو من الاستنباط، أو عرف بالقرائن أن الحكم فى صورة ما منوطة بعلة كذا، واطمأن قلبه بتلك المعرفة، فقاس غير المنصوص على المنصوص، فكأنه يقول: ظننت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: – كلما وجدت هذه العلة فالحكم ثمة هكذا – والمقيس مندرج فى هذا العموم، فهذا أيضا معزى إلى النبى صلى الله عليه وسلم، ولكن فى طريقه ظنون.

ولولا ذلك لما قلد مؤمن بمجتهد، فإن بلغنا حديث عن الرسول المعصوم الذى فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه، وتركنا حديثه، واتبعنا ذلك التخمين فمن أظلم منا، وما عذرنا يوم يقوم الناس لرب العالمين(حجة الله البالغة، ج ا ص ۲۶۴ الیٰ ۲۶۶،

باب حکایة حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها)

ترجمہ: ابنِ حزم کی یہ بات (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں، بلکہ حرام ہے) اس شخص کے حق میں پوری ہوسکتی ہے، جس کو اجتہاد کا کچھ حصہ حاصل ہو، اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو۔ [1]

اور اس شخص کے حق میں بھی پوری ہوسکتی ہے، جس کو صاف واضح ہوجائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں چیز کا حکم فرمایا ہے، اور فلاں چیز سے منع فرمایا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم منسوخ نہیں ہے، خواہ اس کو یہ علم اس مسئلہ میں احادیث کے تتبع اور مخالف اور موافق (مجتہدین وفقہاء) کے اقوال کو ملاحظہ کرنے سے حاصل ہوا ہو، پس وہ اس کو منسوخ نہیں پاتا، یا اس وجہ سے کہ اس نے تبحر فی العلم کے حاملین کی ایک بڑی جماعت کو اس قول کو اختیار کرتے ہوئے پایا ہے، اور اس کے مخالف کو صرف قیاس، یا استنباط وغیرہ سے حجت پکڑتے ہوئے پایا ہے، تو اس صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کا سبب، یا تو صرف چھپا ہوا نفاق ہوسکتا ہے، یا واضح حماقت ہوسکتی ہے۔ [2]

اور اسی کی طرف شیخ عز الدین بن عبدالسلام نے اشارہ فرمایا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ فقہاءِ مقلدین میں سے بعض کو اپنے امام کے ماخذ کا ضعف معلوم ہوجاتا ہے، اس طور پر کہ اس کے ضعف کو دور کرنے والی کوئی مؤثر چیز موجود نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود وہ اس مسئلہ میں اپنے امام کی تقلید کرتا ہے، اور جن کے مذہب پر کتاب اور سنت اور صحیح قیاسات کی شہادت ہوتی ہے، ان کے مذہب کو اپنے امام کی تقلید پر جمود اختیار کرتے ہوئے ترک کردیتا ہے، بلکہ کتاب وسنت کے ظاہر کو دفع کرنے کے لیے وہ مختلف تخیلات سے کام لیتا ہے، اور تاویلاتِ باطلہ اور

---

[1] یعنی ایسے شخص کو کسی کی تقلید واتباع کرنے کے بجائے اپنے اجتہاد کی پیروی کا حکم ہے۔ محمد رضوان

[2] مگر ہم نے دیکھا کہ آج بعض لوگ اسی نفاق، یا واضح حماقت میں مبتلا ہیں، اور اوپر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کرنے والے پر اس طرح کے الزامات عائد کرتے ہیں۔ محمد رضوان

بعیدہ کو اختیار کرتا ہے، اپنے مقتدا کی حمایت کرنے کی غرض سے۔ [1]

آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ لوگ علماء میں سے جو میسر آئے، کسی مذہب کی قید کے بغیر سوال کرتے رہے، اور سوال کرنے والوں میں سے کسی پر انکار نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ یہ مذاہب مشہور ہوگئے، اور ان کے متعصب مقلد نمودار ہوگئے، پس ان میں سے کوئی اپنے امام کی اتباع اس وقت بھی کرتا ہے، جبکہ دلائل کے لحاظ سے اس کا مذہب کمزور ہوتا ہے، اس کے قول کی تقلید کرتے ہوئے، گویا کہ وہ کوئی نبی ہے، جو بھیجا گیا ہے، اور یہ حق سے ہٹا ہوا ہے، اور ثواب سے دور ہے، عقل والوں میں سے کوئی بھی اس سے راضی نہیں ہوسکتا۔ [2]

اور امام ابوشامہ نے فرمایا کہ جو شخص فقہ میں مصروف ہو، اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ کسی ایک امام کے مذہب پر اکتفاء نہ کرے، اور ہر مسئلہ میں اس قول وموقف کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھے، جو کتاب اور سنتِ محکمہ کی دلالت کے زیادہ قریب ہو، اور یہ عمل اس شخص پر سہل ہوگا، جب وہ شروع کے بڑے علوم میں پختگی حاصل کرلے گا، اور تعصب اور متاخرین کے اختلاف کے طور طریقوں سے اجتناب کرے گا، کیونکہ یہ امور (یعنی تعصب وغیرہ) وقت کو ضائع کرنے والے ہیں، جن سے صاف طبیعتوں میں تکدّر پیدا ہوجاتا ہے (اور حق وانصاف کی نعمت سے محرومی ہوجاتی ہے) اور امام شافعی رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ مروی ہے کہ انہوں نے اپنی تقلید سے اور دوسرے کی تقلید سے منع فرمایا۔

امام شافعی کے صاحب مزنی نے اپنی مختصر کے شروع میں فرمایا کہ میں نے امام شافعی کے علم اور ان کے قول کے معنیٰ اختصار کے ساتھ بیان کیے، تاکہ جو شخص ان کا علم حاصل

---

[1] موجودہ دور میں ہم نے بہت سے علماء کو پایا، جو بظاہر علم میں مشہور شمار ہوتے ہیں، لیکن اپنی کم علمی، یا تعصب، یا کسی مرجوح قول کی اتباع کے نتیجے میں مذکورہ بالا طرزِ عمل میں مبتلا ہیں، یہاں تک کہ ان کی احادیث کے دروس بھی اسی قسم کے طرزِ عمل پر مشتمل ہیں، اللہ اصلاح فرمائے۔ آمین۔ محمد رضوان

[2] ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت شاہ صاحب نے اس جمود کے طرزِ عمل پر کس طرح تنبیہ کی ہے، جس میں آج کے دور کا ایک علمی طبقہ بھی ڈوبا ہوا اور سرشار ہے، اور ناحق چیز کو حق سمجھ کر اس کے حق میں دور دراز کے دلائل دینے پر بھی کمربستہ نظر آتا ہے۔ محمد رضوان

کرنے کا قصد کرے، اس کا ذہن ان کے قریب ہوجائے، باوجودیکہ امام شافعی نے لوگوں کو اپنی اور غیر کی تقلید سے منع کردیا ہے، تاکہ آدمی اپنے دین اور نفس کی احتیاط کے لیے ان کے قول میں غور کرے، یعنی میں اس شخص کو جو شافعی کے علم کو حاصل کرنے کا قصد کرے، یہ بتاتا ہوں کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید سے منع کردیا ہے، مزنی کی بات ختم ہوئی۔

نیز (ابنِ حزم کی بات اس شخص کے بارے میں بھی درست و پوری ہوسکتی ہے) جو عامی شخص ہو، اور وہ کسی معین فقیہ کی یہ سمجھ کر تقلید کرے کہ ایسے شخص سے خطاء نہیں ہوسکتی، اور یہ جو بھی بات کہے گا، وہ لازماً درست ہوگی، اور وہ اپنے دل میں یہ بات بٹھالے کہ وہ اس کی تقلید کو ترک نہیں کرے گا، اگرچہ اس کے خلاف دلیل ظاہر ہوجائے، اس طرح کی تقلید کے خلاف وہ حدیث ہے، جس کو امام ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ:

’’اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله‘‘

یعنی انہوں نے اپنے احبار اور رہبان کو اللہ کے مقابلہ میں ’’ارباب‘‘ بنالیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ احبار اور رہبان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے، لیکن جب وہ ان کے لیے کسی چیز کو حلال قرار دے دیتے تھے، تو وہ اس کو حلال سمجھ لیا کرتے تھے، اور جب وہ کسی چیز کو ان پر حرام قرار دے دیتے تھے، تو وہ اس کو حرام سمجھ لیا کرتے تھے۔ [1]

اور (ابنِ حزم کی بات اس شخص کے بارے میں بھی درست و پوری ہوسکتی ہے) جو شخص مثلاً حنفی کو کسی شافعی فقیہ سے، یا شافعی کو کسی حنفی فقیہ سے فتویٰ طلب کرنے کو ناجائز ٹھہرائے، اور مثلاً حنفی کے لیے شافعی امام کی اقتدا کو ناجائز ٹھہرائے، اس لیے کہ ایسا خیال قرونِ اولیٰ اور صحابہ وتابعین کے اجماع واتفاق کے خلاف ہے۔ [2]

---

[1] افسوس کہ آج عوام کا بڑا طبقہ اس بے اعتدالی کا شکار ہے، جس کو بہت سے علماء کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ محمد رضوان

[2] آج اس مجمع علیہ مسئلہ کی خلاف ورزی پر بھی زبان اور قلم کا زور صرف کیا جانے لگا ہے۔ محمد رضوان

ابنِ حزم کے قول کا مصداق وہ شخص بھی نہیں ہے، جو شخص صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مانتا ہو، اور صرف اسے حلال وحرام سمجھتا ہو، جسے اللہ اوراس کے رسول نے حلال وحرام کردیا ہے، لیکن نہ اسے یہ معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا، اور نہ اس کا علم کہ کلامِ نبوی سے استنباط کا کیا طریقہ ہے، اوراس بناء پر وہ کسی عالم راشد کی یہ سمجھ کر پیروی کرلیتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے، یا جوفتویٰ وہ دیتا ہے، وہ بظاہر درست ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع بھی ہے، لیکن جب بھی وہ اپنی قائم کردہ رائے کے خلاف دیکھتا ہے، تو کسی جدال، یا اصرار کے بغیر فوراً اس قول سے علیٰحدگی اختیار کرلیتا ہے، تو ایسے شخص کو کیسے مطعون کیا جائے گا؟ اور اس کو سنت وشریعت کا مخالف کیسے قرار دیا جائے گا، سب کو معلوم ہے کہ استفتاء اور افتاء کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے مسلمانوں میں چلا آرہا ہے، اوران دونوں میں کیا فرق ہے کہ ایک آدمی ہمیشہ ایک سے فتویٰ لیتا ہے، یا کبھی ایک سے فتویٰ لیتا ہے، اور کبھی دوسرے سے، جب کہ وہ اس پر متفق ہوں، جو ہم نے ذکر کیا، جبکہ کسی فقیہ کے بارے میں ہمارا یہ ایمان نہیں ہے کہ اللہ نے فقہ اس پر وحی کی ہے، اور ہم پر اس کی اطاعت فرض قرار دی ہے، اور یہ کہ وہ معصوم ہے۔ [1]

اگرہم ان میں سے کسی عالم راشد کی اقتداء کرتے ہیں، تو صرف یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب اوراس کے رسول کی سنت کا عالم ہے، اس کا قول (وفتویٰ) دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے خالی نہیں ہوگا، یا تو وہ صریح کتاب وسنت کے مطابق ہوگا، یا کسی طرح ان دونوں سے مستنبط ہوگا، یا اس نے قرائن سے اطمینانِ قلب کے ساتھ یہ جان لیا ہوگا کہ اس صورت کا حکم اس علت سے وابستہ ہے (اور وہ علت یہاں پائی جاتی ہے) اور اس بناء پر اس نے غیر منصوص کو منصوص پر قیاس کرلیا ہوگا، تو اس صورت میں گویا وہ بزبانِ حال یہ کہتا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] مطلب واضح ہے کہ تقلیدِ شخصی، جمودواصرار کے بغیر جائز عمل ہے، اس میں جمودواصرار جائز نہیں اور ایک جائز عمل کوواجب ٹھہرانا بھی جمودواصرار کا ذریعہ ہوکر، ایک جائز عمل کرنے والے کو مطعون قرار دینے کا ذریعہ ہے، جیسا کہ آج کل ہورہا ہے۔ محمد رضوان

ہے کہ جہاں کہیں یہ علت پائی جائے، وہاں یہ حکم ہوگا، اور یہ قیاسی مسئلہ اس عموم اور کلیہ میں شامل ہے، تو یہ صورت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے، لیکن ظنی طریقہ پر، اور اگر یہ صورتِ حال نہ ہوتی، تو کوئی مومن کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا، چنانچہ اگر ہمارے پاس اس رسولِ معصوم کی کوئی حدیث صالح سند کے ساتھ پہنچے، جس کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے، اور وہ حدیث اس مجتہد، یا امام کے فتوے اور قول کے خلاف ہو، اور پھر بھی ہم اس حدیث کو چھوڑ دیں، اور اسی تخمین (وظن) کی پیروی کیے جائیں، تو ہم سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا، اور جس روز لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، ہم کیا عذر پیش کرسکیں گے (حجۃ اللہ البالغۃ)

سوال میں مذکور حضرات جو مذکورہ طرزِ عمل پر نکیر کرتے ہیں اور اس پر تفرد وغیرہ کا الزام عائد کرتے ہیں، ان کے اس طرح کے الزامات کی حقیقت مذکورہ عبارت میں واضح ہے۔

اور افسوس ہے کہ اس طرح کے الزامات عائد کرنے والوں میں ایسے حضرات بھی ہیں، جو اپنے آپ کو مسلکِ دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن مسلکِ دیوبند کی بنیاد حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر پر قائم کی گئی، اس سے غفلت اختیار کرتے ہیں، ایسا کرنے پر خود ان کی فکر فاسد، یا بے بنیاد ٹھہرتی ہے، ایسی صورت میں ان کو اپنی نسبت کی فکر کرنی چاہیے، چہ جائیکہ وہ حضرت شاہ صاحب کی فکر کے حامل پر اعتراض ونکیر کریں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مذکورہ معرکۃ الآراء تالیف ”حجة اللّٰه البالغة“ میں ہی فرماتے ہیں:

وقد علم من هذا أن مذهب العامي فتوى مفتية، وفيه أيضا في باب قضاء الفوائت إن كان عاميا ليس له مذهب معين فمذهبه فتوى مفتية كما صرحوا به.

فإن أفتاه حنفي أعاد العصر والمغرب، وإن أفتاه شافعي، فلا يعيدهما ولا عبرة برأيه وإن لم يستفت أحدا، أو صادف الصحة على مذهب

مجتهد أجزأه ولا إعادة عليه، قال ابن الصلاح :من وجد من الشافعية حديثا يخالف مذهبه نظر أن كملت له آلة الاجتهاد مطلقا، أو فى ذلك الباب، أو المسألة، كان له الاستقلال بالعمل به، وإن لم يكمل وشق مخالفة الحديث بعد أن يبحث، فلم يجد للمخالفة جوابا شافيا عنه -فله العمل به إن كان عمل به إمام مستقل غير الشافعي، ويكون هذا عذرا له فى ترك مذهب أمامه ههنا، وحسنه النووى وقرره(حجة الله البالغة، ج ا ص ٢٦٩، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها)

ترجمہ:اور اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ عامی کا مذہب اس کے مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے، اور اس (محیط) ہی میں ''قضاءِ فوائت'' کے باب میں ہے کہ اگر عامی ہو، جس کا کوئی مذہب معین نہیں، تو اس کا مذہب اس کے مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے، جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے۔

پس اگر اس کو حنفی نے فتویٰ دے دیا، تو وہ عصر اور مغرب کا اعادہ کرے، اور اگر اس کو شافعی نے فتویٰ دے دیا، تو وہ ان دونوں کا اعادہ نہ کرے، اور اس (عامی) کی اپنی رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور اگر اس نے کسی سے فتویٰ نہیں لیا، اور کسی بھی مجتہد کے مذہب کے مطابق اس کی نماز کی صحت واقع ہوگئی، تو بھی اس کے لیے کافی ہے، اور اس پر اس کا اعادہ نہیں ہے، ابنِ صلاح نے فرمایا کہ جس شافعی نے کوئی ایسی حدیث پائی، جو اس کے مذہب کے مخالف ہے، تو وہ غور کرے، اگر اس کو اجتہادِ مطلق کے ذرائع مکمل طور پر حاصل ہیں، یا خاص اس باب میں حاصل ہیں، یا خاص اس مسئلہ میں حاصل ہیں، تو اس کو اس پر عمل کرنے میں استقلال حاصل ہوگا (یعنی وہ کسی مجتہد کی تقلید کا پابند نہیں ہوگا) اور اگر اس کو مذکورہ ذرائع مکمل حاصل نہیں اور بحث کے بعد اسے حدیث کی مخالفت کا کوئی شافی جواب نہیں ملتا، تو بھی اس کو اس حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، جبکہ اس حدیث پر امام شافعی کے علاوہ

کسی اور مستقل امام (یعنی مجتہد) نے عمل کیا ہو، اور یہ اس کے لیے یہاں اپنے امام کا مذہب ترک کرنے میں عذر بن جائے گا، ابنِ صلاح کے اس قول کی نووی نے تحسین فرمائی ہے، اور اس کو برقرار رکھا ہے (حجۃ اللہ البالغۃ)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''**عقد الجید**'' میں بھی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

(ملاحظہ ہو: عقید الجید فی احکام الاجتھاد والتقلید، ص ۱۵، ۱۶، المقدمۃ)

اور حضرت شاہ صاحب نے اپنی ایک اور تالیف ''**الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف**'' میں بھی اسی تفصیل کو تحریر فرمایا ہے۔

(ملاحظہ ہو: الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، ص ۹۹، الیٰ ۱۰۲، باب حکایة حال الناس قبل المائة الرابعة وبیان سبب الاختلاف بین الأوائل والأواخر، الخ)

اب دوسروں پر الزامات قائم کرنے والے اپنا جائزہ لے لیں۔

(جاری ہے..........)

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جمہور اہلُ السنۃ کا موقف

(قسط1)

ہمارے یہاں دینی ماحول میں ایک عرصہ سے کچھ لوگوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی صفات، اور بطورِ خاص ''صفاتِ متشابہات'' کے متعلق افراط وتفریط کی گرم بازاری ہے، اس سلسلے میں ایک دوسرے کے خلاف مناظرے ومباحثے کی مجالس ومحافل منعقد کی جاتی ہیں، اس موضوع پر مختلف قسم کے مضامین تحریر کیے جاتے ہیں، جن کے ضمن میں ایک دوسرے پر ضلالت وگمراہی، یہاں تک کہ ایک دوسرے کی طرف گستاخ اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونے تک کی نسبتیں کی جاتی ہیں، اور جمہور سلفِ صالحین اور متقدمین اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اس سلسلے میں اختیار کردہ، سلامتی وعافیت والے محفوظ ومامون راستے کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، بلکہ بعض لوگوں کی طرف سے جمہور اہل السنۃ کے موقف کو ہی غلط ٹھہرانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اس کے مقابلے میں بعد کے اپنے بعض اکابر و بزرگوں کے بیان ونقل کردہ موقف کو جمہور، یا اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف قرار دینے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

اور بعض اوقات سلف کی ترجمانی اور ان کے موقف کو نقل کرنے میں خطاء، یا خیانت کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے۔

چنانچہ بعض حضرات اس سلسلے میں علامہ ابنِ تیمیہ کی طرف غلط باتوں کی نسبت کرتے ہیں۔

ان حالات کے پیشِ نظر اس سلسلے میں جمہور سلفِ صالحین اور متقدمین اہلُ السنۃ والجماعۃ اور علامہ ابنِ تیمیہ کے اختیار کردہ، سلامتی وعافیت والے موقف کو مختلف حوالہ جات کی روشنی میں ذکر کیا جاتا ہے۔

امام بغوی کا حوالہ

امام بغوی (المتوفی:510ہجری) ''شرحُ السنۃ'' میں فرماتے ہیں:

والإصبع المذكورة في الحديث صفة من صفات الله عز وجل، وكذلك كل ما جاء به الكتاب أو السنة من هذا القبيل في صفات الله سبحانه وتعالى، كالنفس، والوجه والعين، واليد، والرجل، والإتيان، والمجيء، والنزول إلى السماء الدنيا، والاستواء على العرش، والضحك، والفرح. قال الله سبحانه وتعالى لموسى:"واصطنعتك لنفسي"وقال الله عز وجل:"ولتصنع على عيني"وقال الله سبحانه وتعالى:"كل شيء هالك إلا وجهه"وقال الله عز وجل:"ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام"وقال الله عز وجل:"بل يداه مبسوطتان" وقال:"يا إبليس ما منعك أن تسجد لما خلقت بيدي" "والأرض جميعا قبضته يوم القيامة والسموات مطويات بيمينه"،"هل ينظرون إلا أن يأتيهم الله في ظلل من الغمام"وقال الله سبحانه وتعالى:"وجاء ربك والملك صفا صفا"وقال الله عز وجل:الرحمن على العرش استوى"وقال الله تعالى"ثم استوى على العرش الرحمن"وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ينزل ربنا كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر. وروى أنس، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال " :لا تزال جهنم يلقى فيها، وتقول :هل من مزيد، حتى يضع رب العزة فيها قدمه ."وفي حديث أبي هريرة في آخر من يخرج من النار: فيضحك الله منه، ثم يأذن له في دخول الجنة. وفي حديث جابر: فيتجلى لهم يضحك. وفي حديث أنس، وغيره :الله أفرح بتوبة عبد من أحدكم يسقط على بعيره وقد أضله في أرض فلاة.

فهذه ونظائرها صفات لله عز وجل، ورد بها السمع، يجب الإيمان بها، وإمرارها على ظاهرها معرضا فيها عن التأويل، مجتنبا عن التشبيه، معتقدا أن الباري سبحانه وتعالى لا يشبه شيء من صفاته صفات الخلق، كما لا تشبه ذاته ذوات الخلق، قال الله سبحانه وتعالى:"ليس كمثله شيء وهو السميع البصير"

وعلى هذا مضى سلف الأمة وعلماء السنة، تلقوها جميعا بالإيمان

والقبول، وتجنبوا فيها عن التمثيل والتأويل، ووكلوا العلم فيها إلى الله عز وجل، كما أخبر الله سبحانه وتعالى عن الراسخين فى العلم، فقال عز وجل :"والراسخون فى العلم يقولون آمنا به كل من عند ربنا"قال سفيان بن عيينة :كل ما وصف الله تعالى به نفسه فى كتابه، فتفسيره قراءته، والسكوت عليه، ليس لأحد أن يفسره إلا الله عز وجل ورسله .وسأل رجل مالك بن أنس عن قوله سبحانه وتعالى : "الرحمن على العرش استوى"كيف استوى؟ فقال :الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة، وما أراك إلا ضالا، وأمر به أن يخرج من المجلس .وقال الوليد بن مسلم :سألت الأوزاعى، وسفيان بن عيينة، ومالك بن أنس عن هذه الأحاديث فى الصفات والرؤية، فقال:أمروها كما جاء ت بلا كيف .وقال الزهرى :على الله البيان، وعلى الرسول البلاغ، وعلينا التسليم .وقال بعض السلف :قدم الإسلام لا تثبت إلا على قنطرة التسليم(شرح السنة،للبغوى، ج ا ،ص ا ۷ ا ،باب قول الله سبحانه وتعالى)

ترجمہ: اور مذکورہ حدیث میں انگلیوں سے، اللہ عزوجل کی صفات میں سے ایک صفت مراد ہے، اور اسی طریقہ سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفات کے متعلق اس طرح کی، جن صفات کا قرآن مجید میں، یا سنت میں ذکر آیا ہے، جیسا کہ نفس، چہرہ، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں، اور آنا، اور آسمانِ دنیا کی طرف نزول، اور ''استواء على العرش ''اور ہنسنا اور خوش ہونا، یہ سب بھی اللہ کی صفات ہیں۔

(جیسا کہ) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے (سورہ طٰہٰ میں) موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ ''واصطنعتک لنفسى ''(اس میں نفس کا ذکر ہے) اور اللہ عزوجل کا (سورہ طٰہٰ میں) ارشاد ہے کہ ''ولتصنع على عينى ''(اس میں آنکھ کا ذکر ہے) اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا (سورہ قصص میں) ارشاد ہے کہ ''كل شىء هالك إلا وجهه ''اور اللہ عزوجل کا (سورہ رحمٰن میں) ارشاد ہے کہ ''ويبقٰى وجه ربك ذو الجلال

والإکــــــرام ’’(ان آیات میں چہرہ کا ذکر ہے)اور اللہ عزوجل کا (سورہ مائدہ میں)ارشاد ہے کہ’’بل یداہ مبسوطتان ‘‘(اس میں ہاتھوں کا ذکر ہے)اور ارشاد ہے کہ’’یا إبلیس ما منعک أن تسجد لما خلقت بیدی ‘‘(جیسا کہ سورہ صٓ میں ہے،جس میں ہاتھ کا ذکر ہے)اور ارشاد ہے کہ’’والأرض جمیعا قبضته یوم القیامة والسموات مطویات بیمینه ‘‘(جیسا کہ سورہ زمر میں ہے،اس میں دائیں ہاتھ کا ذکر ہے)اور ارشاد ہے کہ’’ھل ینظرون إلا أن یأتیھم اللّٰہ فی ظلل من الغمام ‘‘(جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے،جس میں اتیان کا ذکر ہے)اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا (سورہ فجر میں)ارشاد ہے کہ’’وجاء ربک والملک صفا صفا‘‘ (اس میں’’مجیئ ‘‘کا ذکر ہے)

اور اللہ عزوجل کا (سورہ طٰہٰ میں)ارشاد ہے کہ’’الرحمن علی العرش استوی‘‘ (اس میں استواء کا ذکر ہے)

اور اللہ تعالیٰ کا (سورہ فرقان میں)ارشاد ہے کہ’’ثم استوی علی العرش الرحمن ‘‘(اس میں بھی استواء کا ذکر ہے)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب ہر رات میں آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے،جب آخر رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے(اس حدیث میں نزول کا ذکر ہے)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میں (لوگوں کو) برابر ڈالا جاتا رہے گا،اور وہ کہتی رہے گی کہ’’ھل من مزید ‘‘یہاں تک کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دے گا(اس حدیث میں قدم کا ذکر ہے)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جہنم سے آخر میں جس کو نکالا جائے گا،اس پر اللہ تعالیٰ ہنسے گا،پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائے گا(اس حدیث میں ہنسنے کا ذکر ہے)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ پھر اللہ،ان کے لیے تجلی فرمائے گا،

اور ہنسے گا(اس حدیث میں بھی ہنسنے کا ذکر ہے)

اور حضرت انس وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تم میں سے کسی بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہے، بنسبت اس کے جو اپنی سواری سے گر جائے، اور جنگل کی زمین میں بھٹک جائے(اس حدیث میں خوش ہونے کا ذکر ہے)

پس یہ اور اس طرح کے نظائر، اللہ عزوجل کی صفات ہیں، جو قرآن وسنت کے ذریعے سنی جاتی ہیں، ان پر ایمان لانا اور ان کو تاویل اور تشبیہ سے بچتے ہوئے اپنے ظاہر پر رکھنا واجب ہے، جن کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ باری سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت بھی مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں، جیسا کہ اس کی ذات، مخلوق کی ذات کے مشابہ نہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا (سورہ شوریٰ میں) ارشاد ہے کہ''لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر''

اور اسی نظریہ پر امت کے سلف اور علمائے اہلِ سنت گزر چکے ہیں، جن سب نے ان صفات پر ایمان لانے، اور ان کو قبول کرنے کو اختیار کیا ہے، اور ان میں تمثیل اور تاویل سے اجتناب کیا ہے، اور ان کے متعلق علم کو اللہ عزوجل کے حوالے کیا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے''راسخون فی العلم''کے بارے میں خبر دی ہے، چنانچہ اللہ عزوجل کا (سورہ آلِ عمران میں) ارشاد ہے کہ''والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا''

سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں، اپنے آپ کو جس صفت کے ساتھ متصف کیا ہے، تو اس کی تفسیر دراصل اس کی قرائت کرنا ہی ہے، اور اس پر سکوت رکھنا چاہیے، اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کو اس کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔

اور ایک شخص نے مالک بن انس سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے (سورہ طٰہٰ میں مذکور) قول''الرحمٰن علی العرش استوی''کے متعلق سوال کیا کہ رحمٰن کیسے مستوی ہوا؟ تو

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ استواء، مجہول نہیں ہے، اور اس کی کیفیت غیر معقول ہے، اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور میں آپ کو صرف گمراہ شخص ہی خیال کرتا ہوں، اور حضرت مالک بن انس نے اس سوال کرنے والے شخص کو مجلس سے نکالنے کا حکم فرمایا۔ اور ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعی اور سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس سے ان احادیث کے متعلق صفات اور رؤیت کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ صفات، جس طرح سے آئی ہیں، ان کے مطابق ہی گزر جاؤ، کیفیت کے بغیر۔ اور زہری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے، اور رسول اس کی تبلیغ کرتا ہے، اور ہمارے ذمہ اس کو تسلیم وقبول کرنا واجب ہے۔ اور بعض سلف نے فرمایا کہ اسلام کا قدم تسلیم وقبول کے اوپر ہی جم سکتا ہے (شرح السنۃ)

''تفسیر السمعانی'' کا حوالہ

ابوالمظفر سمعانی (المتوفیٰ: 489ھ) کی ''تفسیر السمعانی'' میں ہے:

(وأما أهل السنة فيتبرء ون من هذا التأويل، ويقولون :إن الاستواء على العرش صفة لله -تعالى -بلا كيف، والإيمان به واجب، كذلك يحكى عن مالك بن أنس، وغيره من السلف، أنهم قالوا في هذه الآية :الإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة (تفسير القرآن، ج٢، ص١٨٨، تفسير سورة الاعراف)

ترجمہ: اور اہلُ السنۃ، اس تاویل سے بریٔ ہیں، اور وہ یہ فرماتے ہیں کہ ''استواء علی العرش'' اللہ تعالیٰ کی بلاکیف، صفت ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے، مالک بن انس اور دوسرے سلف سے اسی طرح منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ ''اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے'' (تفسیر السمعانی)

''تفسیر البحرُ المحیط'' کا حوالہ

ابوحیان اندلسی (المتوفیٰ: 745ھ) کی ''تفسیر البحرُ المحیط'' میں ہے:

والجمهور من السلف السفيانان ومالک والأوزاعي والليث وابن المبارک وغيرهم في أحاديث الصفات على الإيمان بها وإمرارها على ما أراد الله تعالى من غير تعيين مراد وقوم تأولوا ذلک على عدة تأويلات(البحر المحيط فی التفسير، ج۵،ص ۶۵،تفسير سورة الاعراف)

ترجمہ: اور جمہور سلف، جن میں سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور امام مالک اور امام اوزاعی، اور امام لیث اور ابنِ مبارک وغیرہ داخل ہیں، یہ تمام سلف احادیثِ صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اِن پر ایمان لانا، اور اِن کو اللہ تعالیٰ کی مراد پر چھوڑ دینا، اور اپنی طرف سے مراد کو متعین نہ کرنا، واجب ہے، اور کچھ لوگوں نے اس سلسلے میں مختلف تاویلات کا راستہ اختیار کیا ہے (مگر یہ جمہور کا قول نہیں) (البحر المحیط)

''التفسیر المظھری'' کا حوالہ

علامہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی (المتوفیٰ:1225ھ) کی ''التفسیر المظھری'' میں ہے:

قال السلف في قوله تعالى الرحمن على العرش استوى ان الاستواء معلوم بلا كيف وقال سهيل بن عبد الله التستري لا يجوز لمومن ان يقول كيف الاستواء لمن خلق الاستواء ولنا عليه الرضا والتسليم وقال مالک بن انس الكيف غير معقول والاستواء غير مجهول والسؤال عنه بدعة(التفسير المظهري، ج۹،ص ۱۰۴،سورة النجم)

ترجمہ: سلف نے اللہ تعالیٰ کے قول ''الرحمٰن علی العرش استویٰ'' کے بارے میں فرمایا کہ استواء معلوم ہے، لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں، اور سہیل بن عبداللہ تستری نے فرمایا کہ مومن کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ اس ذات کا استواء کیسا ہے، جس نے استواء کو پیدا کیا، اور ہمارے لیے رضا اور قبول کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، اور مالک بن انس نے فرمایا کہ استواء کی کیفیت سمجھ سے بالاتر ہے، اور استواء مجہول نہیں ہے (یعنی معلوم ہے) اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے (تفسیر مظہری)

''تفسیر الخازن'' کا حوالہ

علاء الدین علی بن محمد خازن (المتوفی: 741ھ) کی ''تفسیر الخازن '' میں بھی اسی بات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور اپنے متقدمین اصحاب کا یہی مذہب بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

أما الاستواء فالمتقدمون من أصحابنا كانوا لا يفسرونه ولا يتكلمون فيه كنحو مذهبهم في أمثال ذلك، وروى بسنده عن عبد الله بن وهب أنه قال :كنا عند مالك بن أنس فدخل رجل فقال يا أبا عبد الله الرحمن على العرش استوى كيف استواؤه؟ قال :فأطرق مالك وأخذته الرحضاء ثم رفع رأسه فقال :الرحمن على العرش استوى كما وصف نفسه ،ولا يقال له كيف وكيف عنه مرفوع وأنت رجل سوء صاحب بدعة أخرجوه فأخرج الرجل .وفي رواية يحيى بن يحيى قال: كنا عند مالك بن أنس فجاء رجل فقال يا أبا عبد الله الرحمن على العرش استوى كيف استواؤه؟فأطرق مالك برأسه حتى علته الرحضاء ثم قال الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة وما أراك إلا مبتدعا فأمر به أن يخرج .

روى البيهقي بسنده عن ابن عيينة قال :ما وصف الله تعالى به نفسه في كتابه فتفسيره تلاوته والسكوت عنه .قال البيهقي :والآثار عن السلف في مثل هذا كثيرة وعلى هذه الطريقة يدل مذهب الشافعي رضي الله تعالى عنه وإليه ذهب أحمد بن حنبل والحسن بن الفضل البجلي ومن المتأخرين أبو سليمان الخطابي .

قال البغوي أهل السنة يقولون الاستواء على العرش صفة الله بلا كيف يجب على الرجل الإيمان به ويكل العلم به إلى الله عز وجل وذكر حديث مالك بن أنس مع الرجل الذي سأله عن الاستواء وقد تقدم .

وروى عن سفيان الثوري والأوزاعي والليث بن سعد وسفيان بن عيينة وعبد الله بن المبارك وغيرهم من علماء السنة في هذه الآيات التي

جاء ت فی الصفات المتشابهة اقرء وها كما جاء ت بلا كيف .
وقال الإمام فخر الدين الرازى رحمه الله بعد ذكره الدلائل العقلية والسمعية :أنه لا يمكن حمل قوله تعالى ثم استوى على العرش على الجلوس والاستقرار وشغل المكان والحيز وعند هذا حصل للعلماء الراسخين مذهبان الأول القطع بكونه تعالى متعاليا عن المكان والجهة ولا نخوض فى تأويل الآية على التفصيل بل نفوض علمها إلى الله تعالى وهو الذى قررنا فى تفسير قوله :وما يعلم تأويله إلا الله والراسخون فى العلم يقولون آمنا به وهذا المذهب هو الذى نختاره ونقول به ونعتمد عليه(لباب التأويل فى معانى التنزيل،ج۲،ص۲۰۸،تفسير سورة الاعراف)

ترجمہ: جہاں تک استواء کا تعلق ہے،تو ہمارے متقدمین اصحاب، نہ تو اس کی کوئی تفسیر کرتے تھے، اور نہ اس کے متعلق کوئی کلام کرتے تھے، جیسا کہ اس جیسی صفات کے بارے میں بھی ان کا یہی مذہب ہے، اور عبداللہ بن وہب کی سند سے روایت ہے کہ ہم مالک بن انس کے پاس تھے، ایک آدمی نے آ کر کہا کہ اے ابوعبداللہ! رحمٰن، عرش پر کیسے مستوی ہوا؟ امام مالک نے اپنا سر جھکا لیا، اور آپ کے رخسار پر پسینہ آ گیا، پھر اپنے سر کو اٹھا کر فرمایا کہ رحمٰن، عرش پر مستوی ہوا، جیسا کہ اس نے خود اپنی صفت بیان فرمائی ہے، اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ کیسے اور کیسے عرش کے اوپر ہوا، اور تو برا آدمی اور بدعتی ہے، اس کو باہر نکال دو، تو اس آدمی کو باہر نکال دیا گیا۔

اور یحییٰ بن یحییٰ کی روایت میں ہے کہ ہم مالک بن انس کے پاس تھے، ایک آدمی نے آ کر کہا کہ اے ابوعبداللہ! رحمٰن، عرش پر مستوی ہوا، وہ کیسے مستوی ہوا؟ تو امام مالک نے اپنا سر جھکا لیا، یہاں تک کہ آپ کے رخسار پر پسینہ آ گیا، پھر فرمایا کہ استواء تو مجہول نہیں ہے، لیکن اس کی کیفیت غیر معقول ہے، اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور میں تجھ کو صرف بدعتی خیال کرتا ہوں، پھر آپ نے اس شخص کو اپنے یہاں سے نکالنے کا حکم فرمایا۔

اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابنِ عیینہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس چیز کے ساتھ اپنے آپ کو متصف کیا ہے، تو اس کی تفسیر دراصل اس کی تلاوت کرنا، اور اس سے سکوت اختیار کرنا ہی ہے، امام بیہقی نے فرمایا کہ اس جیسی سلف کی روایات بہت سی ہیں، اور اسی طریقے پر امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب دلالت کرتا ہے، اور اسی طرف امام احمد بن حنبل اور حسن بن فضل بجلی اور متاخرین میں سے ابوسلیمان خطابی گئے ہیں۔

امام بغوی نے فرمایا کہ اہلُ السنۃ کا قول یہ ہے کہ استواء علی العرش، اللہ کی بلا کیف صفت ہے، آدمی پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لائے، اور اس کا علم اللہ عزوجل کے حوالہ کردے، امام بغوی نے مالک بن انس کی اس روایت کو بھی ذکر کیا ہے، جو اس شخص کے ساتھ پیش آئی، جس نے استواء کے متعلق سوال کیا تھا، اور یہ روایت پہلے گزر چکی ہے۔

اور سفیان ثوری، امام اوزاعی اور لیث بن سعد اور سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک اور دوسرے علمائے اہلُ السنۃ کا ان آیات کے متعلق جو صفاتِ متشابہات کے متعلق وارد ہوئی ہیں، یہ قول مروی ہے کہ ان کی قرائت کرو، جس طرح سے وہ آئی ہیں، کیفیت کے بغیر۔

اور امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے عقلی اور سمعی دلائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''**ثم استویٰ علی العرش**'' کو جلوس، اور استقرار اور مکان اور حیّز کی مشغولی پر محمول کرنا ممکن نہیں، اور اس موقع پر علمائے راسخین کے دو مذہب ہیں، پہلا مذہب اللہ تعالیٰ کے مکان اور جہت سے بالاتر ہونے پر یقین کرنے کا ہے، جس میں ہم آیت کی تاویل میں کسی تفصیل کے مطابق غور وخوض نہیں کریں گے، بلکہ اس کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں گے، اور اسی قول کو ہم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''**وما یعلم تأویله الا اللّٰہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا به**'' کی تفسیر کے ذیل میں ثابت کیا ہے، اور ہم اسی مذہب کو اختیار کرتے ہیں، اور اسی کا قول کرتے ہیں، اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں (تفسیر الخازن)

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

القول فی الصفات کالقول فی الذات:

فإن الله لیس کمثله شیء لا فی ذاته ولا فی صفاته ولا فی أفعاله .فإذا کان له ذات حقیقة لا تماثل الذوات .فالذات متصفة بصفات حقیقة لا تماثل سائر الصفات فإذا قال السائل :کیف استوی علی العرش؟ قیل له کما قال ربیعة ومالک وغیرهما رضی الله عنهما الاستواء معلوم والکیف مجهول والإیمان به واجب والسؤال عن الکیفیة بدعة لأنه سؤال عما لا یعلمه البشر ولا یمکنهم الإجابة عنه وکذلک إذا قال :کیف ینزل ربنا إلی السماء الدنیا؟ قیل له :کیف هو؟ فإذا قال : لا أعلم کیفیته قیل له :ونحن لا نعلم کیفیة نزوله إذ العلم بکیفیة الصفة یستلزم العلم بکیفیة الموصوف وهو فرع له وتابع له؛ فکیف تطالبنی بالعلم بکیفیة سمعه وبصره وتکلیمه واستوائه ونزوله وأنت لا تعلم کیفیة ذاته وإذا کنت تقر بأن له حقیقة ثابتة فی نفس الأمر مستوجبة لصفات الکمال لا یماثلها شیء فسمعه وبصره وکلامه ونزوله واستواؤه ثابت فی نفس الأمر وهو متصف بصفات الکمال التی لا یشابهه فیها سمع المخلوقین وبصرهم وکلامهم ونزولهم واستواؤهم(مجموع الفتاوی،لا بن تیمیة ،ج۳،ص ۲۵ و ۲۶ ،کتاب مجمل اعتقاد السلف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق قول اسی طرح ہے، جس طرح اللہ کی ذات کے متعلق ہے، کیونکہ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں، نہ اس کی ذات میں، اور نہ اس کی صفات میں، اور نہ اس کے افعال میں، پس جب اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دوسری ذوات کے مثل نہیں، تو وہ ذات بھی ایسی حقیقی صفات کے ساتھ متصف ہوگی کہ وہ دوسری چیزوں کی صفات کے مثل نہیں ہوں گی، پس جب سائل یہ سوال کرے گا کہ اللہ عرش پر کیسے مستوی ہوا؟ تو اس کو جواب میں وہی بات کہی جائے گی، جو ربیعہ اور امام مالک رحمہما اللہ وغیرہ نے فرمائی کہ استواء، معلوم ہے، اور کیفیت مجہول ہے، جس پر

ایمان لانا واجب ہے، اور کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، کیونکہ یہ ایسی چیز کے متعلق سوال ہے، جس کو بشر نہیں جانتا، اور اس کو اس کیفیت کا جواب دینا ممکن نہیں، اور اسی طریقے سے جب کوئی سوال کرے کہ ہمارا رب آسمانِ دنیا کی طرف کیسے نزول فرماتا ہے؟ تو اس کو جواب میں کہا جائے گا کہ ''رب'' کی کیفیت کیا ہے؟ جب وہ جواب میں کہے گا کہ میں اس کی کیفیت کو نہیں جانتا، تو اس کو جواب میں کہا جائے گا کہ ہم بھی اس کے نزول کی کیفیت کو نہیں جانتے، کیونکہ صفت کی کیفیت کا علم، موصوف کی کیفیت کے علم کو مستلزم ہے، جو کہ اس کی ذات کی فرع، اور اس کے تابع ہے، پس آپ ہم سے اس کی سمع اور بصر اور کلام اور استواء اور نزول کی کیفیت کے علم کا کیسے مطالبہ کر سکتے ہو، اور جب آپ خود اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ اقرار کرتے ہو کہ اس کی حقیقت ہے، جو نفس الامر میں ثابت ہے، جو صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہے، جس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے، تو اس کی سمع اور بصر اور کلام اور نزول اور استواء، بھی نفس الامر میں ثابت ہے، اور وہ ایسی صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہے کہ جس میں تمام مخلوقات کی سمع اور بصر اور کلام اور نزول اور استواء کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں (مجموع الفتاویٰ) (جاری ہے......)

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط70 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

آزادی حاصل کرنے کے بعد بنی اسرائیل کا جرم

یہاں تک تو بنی اسرائیل کی تاریخ کا وہ حصہ بیان ہوا ہے جو مصر اور فرعون سے تعلق رکھتا ہے، اگلی اقساط میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا وہ حصہ بیان ہورہا ہے، جو مصر سے نکلنے، اور سمندر پار کرلینے کے بعد کا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اُتار دیا، اور بنی اسرائیل کو قومِ فرعون کے مقابلہ میں معجزانہ کامیابی حاصل ہوئی، اور اطمینان ملا، تو اس کا وہی اثر ہوا جو عام قوموں پر عیش وعشرت اور عزت ودولت کا ہوا کرتا ہے کہ ان میں جاہلانہ چیزیں پیدا ہونا شروع ہوئیں، حالانکہ جب انہوں نے فرعون اور اس کے لشکروں کو اپنی نظر سے ڈوبتا ہوا دیکھ لیا، تو چاہئے تو یہ تھا کہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے، اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور زیادہ پختگی کے ساتھ جمتے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت میں مشغول رہتے اور توحید کی دعوت جو برسہا برس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ کانوں میں پڑ رہی تھی، اس کو دل میں جماتے، اور پورے رسوخ کے ساتھ موحد بنتے، لیکن انہوں نے عجیب رویہ اختیار کیا، جب سمندر سے پار ہوکر آگے بڑھے، تو دیکھا کہ کچھ لوگ بتوں کی پرستش میں مشغول ہیں، اور وہیں بتوں کے اردگرد جم کر بیٹھے ہوئے ہیں، بنی اسرائیل انہیں دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود تجویز کردیں، جو ہمارے سامنے مجسمہ کی صورت میں ہو۔ [1]

---

[1] امام بغوی فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل موحد تھے، ان کو توحید میں شک نہ تھا، مگر اپنی جہالت سے یہ خیال کر بیٹھے کہ جب تک کوئی صورت اور مجسم شیئ سامنے نہ ہو، اس وقت تک اللہ کی عبادت نہیں ہوسکتی، اس لیے انہوں نے یہ درخواست کی کہ آپ ہمارے لیے کوئی بت، یا کوئی صورت بنادیجئے، جس کو ہم اپنے آگے رکھ کر اللہ کی عبادت کیا کریں، اس لیے کہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ وہ ایک محسوس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت موسیٰ نے جواب میں فرمایا کہ تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو، ان کے یہ معبود باطل ہیں، ان کا یہ کام تباہ ہونے والا ہے، اور یہ لوگ جو عمل کر رہے ہیں، وہ باطل ہیں، اور باطل کا انجام یہی ہے کہ اس نے بالآخر مٹ کر رہنا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ. اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآیة ۱۳۸، ۱۳۹)

یعنی ''اور ہم نے بنی اسرائیل سے سمندر پار کروایا، تو وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، جو اپنے بتوں سے لگے بیٹھے تھے، بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی الٰہ بنا دو، جیسے ان لوگوں کے الٰہ ہیں، موسیٰ نے کہا کہ تم ایسے (عجیب) لوگ ہو جو جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ ارے یہ لوگ تو وہ ہیں کہ جس دھندے میں لگے ہوئے ہیں، سب برباد ہونے والا ہے، اور جو کچھ کرتے آ رہے ہیں، سب باطل ہے''۔

کیونکہ یہ شرک ہے، شرک کو تو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشے گا، تم مشرکوں کی کیوں ریس کرتے ہو، تم توحید پر جمے رہو، تمہیں معبود حقیقی کی عبادت کی تلقین کی گئی ہے، جو مجسم ہو کر سامنے نہیں آ سکتا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو مزید وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود تجویز کر دوں جس نے تمہیں تمہارے زمانہ کے جہانوں پر فضیلت دی؟ اب تم ایسی بے وقوفی کی باتیں کرتے ہو کہ اسی رب العالمین کے ساتھ پتھروں کو شریک بنانے کو تیار ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

چیز کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے، اور ان لوگوں نے اپنی جہالت اور حماقت سے یہ خیال کیا کہ یہ امر دیانت اور وحدانیت کے منافی نہیں۔

ولم یکن ذلک شکا من بنی إسرائیل فی وحدانیة اللہ، وإنما معناه اجعل لنا شیئا نعظمه ونتقرب بتعظیمه إلی اللہ وظنوا أن ذلک لا یضر الدیانة وکان ذلک لشدة جهلهم .قال موسی: إنکم قوم تجهلون، عظمة اللہ(تفسیر البغوی، ج۲ ص۲۲۷، سورة الاعراف)

چنانچہ آگے چل کر سورہ اعراف میں ہی ارشاد ہے کہ:

قَالَ اَغَیۡرَ اللّٰہِ اَبۡغِیۡکُمۡ اِلٰـہًا وَّہُوَ فَضَّلَکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۴۰)

یعنی "(اور) کہا (موسیٰ علیہ السلام نے) کہ کیا تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی اور معبود ڈھونڈ کرلاؤں، حالانکہ اسی نے تمہیں دنیا جہان کے سارے لوگوں پر فضیلت دے رکھی ہے"۔

اس کے بعد بنی اسرائیل کو ان کی پچھلی حالت یاد دلائی گئی کہ وہ فرعون کے ہاتھوں میں ایسے مجبور و مقہور تھے کہ ان کے لڑکوں کو قتل کیا جاتا تھا، صرف لڑکیاں اپنی خدمت کے لئے رکھی جاتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی برکت و دعاء سے اس عذاب سے نجات دی، کیا اس احسان کا اثر یہ ہونا چاہئے کہ تم اسی رب العالمین کے ساتھ دنیا کے ذلیل ترین پتھروں کو شریک ٹھہراؤ؟ یہ کیسا ظلمِ عظیم ہے، اس سے توبہ کرو۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذۡ اَنۡجَیۡنٰکُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوۡنَ اَبۡنَآئَکُمۡ وَ یَسۡتَحۡیُوۡنَ نِسَآئَکُمۡ ؕ وَفِیۡ ذٰلِکُمۡ بَلَآءٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ عَظِیۡمٌ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۴۱)

یعنی "اور (اللہ فرماتا ہے کہ) یاد کرو ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے بچایا ہے جو تمہیں بدترین تکلیفیں پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے، اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی"۔

بنی اسرائیل نسل در نسل غلام رہنے اور مشرکانہ ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے اس قدر ضعیف الاعتقاد اور متلون مزاج ہو چکے تھے کہ جوں ہی انھوں نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ پتھروں سے بنائی ہوئی مورتیوں کی پوجا کر رہی ہے، تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کر ڈالا کہ ہمارے لیے بھی ایسے بت بنا دیں، یہ ناہنجار قوم سب کچھ بھول گئی کہ ہماری بے بسی اور کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں ظالموں سے نہ صرف نجات عطا فرمائی، بلکہ ہمارے سامنے ہمارا دشمن ڈبکیاں لے

لے کر دہائی دیتے ہوئے ذلیل ہوکر مار دیا گیا،اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں ہماری فضیلت وعظمت اور بزرگی کی دھاک بٹھادی ہے،اوراسی وحدہٗ لاشریک نے تم لوگوں کوسب جہانوں پرفضیلت وفوقیت بخشی ہے،پس تم لوگ ذرا سوچو کہ یہ کتنی بڑی ناشکری اور کس قدر ظلم وبے انصافی ہے جس کا ارتکاب تم لوگ کرتے ہو؟اورتم توحید کے بلند مقام سے گرکر شرک کے کس قدر ہولناک گڑھے میں پہنچنا چاہتے ہو؟والعیاذ باللہ العظیم۔

احادیث میں بھی بنی اسرائیل کے اس مطالبہ کا ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُمْ خَرَجُوا عَنْ مَكَّةَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى حُنَيْنٍ، قَالَ: وَكَانَ لِلْكُفَّارِ سِدْرَةٌ يَعْكُفُونَ عِنْدَهَا، وَيُعَلِّقُونَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ، يُقَالُ لَهَا: ذَاتُ أَنْوَاطٍ، قَالَ: فَمَرَرْنَا بِسِدْرَةٍ خَضْرَاءَ عَظِيمَةٍ، قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى:"اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ" إِنَّهَا السُّنَنُ،لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ سُنَّةً سُنَّةً "(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۸۹۷، سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۱۸۰) [1]

ترجمہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف جارہے تھے کہ انھوں نے کفار کا ایک بیری کا درخت دیکھا،جس کے پاس وہ بیٹھے رہتے،اوراس کے ساتھ وہ اپنا اسلحہ بھی لٹکا لیتے تھے،اس درخت کو''ذات انواط'' کہا جاتا تھا،اس کے بعد ہم بیری کے ایک بہت بڑے اور سرسبز وشاداب درخت کے پاس سے گزرے،تو ہم نے عرض کی،اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک''ذات انواط''مقرر فرمادیجیے،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

وقال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح وأبو واقد الليثی اسمه الحارث بن عوف وفی الباب عن أبی سعيد، وأبی هريرة(سنن الترمذی، تحت رقم الحديث ۲۱۸۰)

جیسا کہ کافروں کے لیے" ذات انواط" ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمہاری یہ بات اسی طرح ہے، جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ "(یعنی "ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی الٰہ بنا دو، جیسے ان لوگوں کے الٰہ ہیں، موسیٰ نے کہا کہ تم ایسے (عجیب) لوگ ہو جو جہالت کی باتیں کرتے ہو") بے شک یہ پہلے لوگوں کے طور طریقے ہیں اور تم ضرور ان کی روش اختیار کرو گے (مسند احمد، ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ مشرکین تو کسی مشرکانہ تصور کی بنا پر اس درخت کو مقدس خیال کرتے ہیں، مگر تم بھی انہی کی مشابہت اختیار کرنا چاہتے ہو؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے سے یہ بھی فرمایا کہ تم بھی پہلے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرو گے، یعنی اگر تم لوگ ایسی ہی بات کہتے اور کرتے رہے تو عجب نہیں کہ گمراہی اور حد سے بڑھ جانے کے اس راستہ پر جا پڑو، جس کو پچھلی امتوں کے لوگوں نے اختیار کیا تھا، اور اللہ کے مبغوض بندے قرار پائے تھے۔ [1]

---

[1] یعنی إن هذا مثل سؤال قوم موسى في كونه سؤالا عما لا يجدى شيئا، ولا يكون إلا سببا لما فوقه من اللهو واللعب حتى تصل النوبة إلى الكفر والشرك كما يشاهد في زماننا هذا، فهذا الذى أخافهم النبى صلى الله عليه وسلم عنه فقال: لتركبن سنن من كان قبلكم، يعنى إن سؤالكم هذا قد أعلم بما في القلوب من البدع والأهواء، وأنتم لما سألتم ذلك ورغبتم فيه وأنتم خير القرون التى سلفت، وخير القرون الآتية فكيف بالذين لم يأتوا بعد(الكوكب الدرى على جامع الترمذى، ج٣ص ١٣٢ ، أبواب الفتن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم،باب لتركبن سنن من كان قبلكم)

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

کھانے پینے کے حوالہ سے ایک بنیادی بات

مسلمان اطباء نے احادیث میں مذکور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کے انداز میں غور وفکر کر کے فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کی اشیاء میں اُن کے مزاج اور خواص کی بھی رعایت فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرُّطَبِ وَالْبِطِّيخِ (اخلاق النبی لابی الشیخ الاصبهانی، ٦٨٥، اسناده صحيح، از انيس السارى)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تر کھجور اور تربوز کو جمع فرماتے تھے (ابوشیخ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ فَيَقُولُ: نَكْسِرُ حَرَّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا، وَبَرْدَ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا (ابو داؤد، رقم الحديث ٣٨٣٦، كتاب الاطعمة، باب فى الجمع بين اللونين فى الأكل،سنن الترمذى، رقم الحديث ١٨٤٣، اسناده جيد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو کھجور کے ساتھ کھاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اس (کھجور) کی گرمی کو ہم اس (تربوز) کی ٹھنڈک کے ساتھ، اور اس (تربوز) کی ٹھنڈک کو اس (کھجور) کی گرمی کے ساتھ توڑتے ہیں (ابوداؤد، ترمذی)

اور ایک ضعیف اور کمزور سند کی روایت میں ہے کہ تر کھجور اور تربوز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ پھل تھے، اور آپ ککڑی (جو کھیرے کی ایک قسم ہے) نمک کے بغیر نہیں کھاتے تھے، اور آپ خربوزہ کھجور کے ساتھ کھاتے تھے، اور آپ کو کدو کا شوربا پسند تھا، مگر اس روایت کو محدثین نے

شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

البتہ یہ روایت سند کے اعتبار سے شدید ضعیف ہونے کے باوجود دوسری احادیث میں بیان کردہ طبی اُصولوں کے مطابق ہے، چنانچہ اطباء نے ککڑی یعنی کھیرے کا مزاج سرد بیان کیا ہے، جبکہ نمک کا مزاج گرم بیان کیا ہے، اور سرد مزاج اور گرم مزاج ایک دوسرے کی ضِد ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے مصلح ہیں، جس سے غذا معتدل ہوجاتی ہے۔

بعض اطباء نے کھجور کی گرمی کو ککڑی کی سردی سے توڑنے اور ککڑی کی سردی کو کھجور کی گرمی سے توڑنے کے مضمون پر مشتمل مذکورہ حدیث کو طبِ نبوی اور علمِ طب کی اصل قرار دیا ہے (زاد المعاد فی هدی خير العباد، ج ۴، ص ۹۴، فصل هديه صلى الله عليه وسلم فی دفع ضرر الأغذية والفاكهة وإصلاحها)

خلاصہ یہ کہ کھانے پینے کی چیزوں کے حوالہ سے ایک سنت اور ہدایت یہ بھی ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں اُن کے مزاج اور خواص پر بھی نظر کرلینی چاہئے، یہی حفظانِ صحت کا بھی اصول ہے، اور علاج کا بھی اُصول ہے، مگر یہ تب ہی ہوگا، جب طب کا بنیادی علم اپنے پاس ہوگا، لہٰذا علمِ طب کی بنیادی معلومات بھی حاصل کرنی چاہئیں۔

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کی نسبت سے یہ مشہور مقولہ ہے کہ:

العِلْمُ عِلْمانِ: عِلْمُ الْأَدْيانِ، وَعِلْمُ الْأَبْدانِ (الطيوريات، للأصبهانی، روايت ١٠٨٨)

یعنی علم دو ہی ہیں، ایک علم دین کا ہے، اور دوسرا علم بدن (یعنی جسم) کا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اصل علوم دو ہیں، ایک دین کا علم ہے، جس کی روشنی میں آخرت اچھی ہوگی، اور اور دوسرا بدن اور صحت کا علم ہے، جس کی روشنی میں دنیا کی زندگی میں صحت اچھی ہوگی۔

---

[1] حدثنا زكريا الساجی، حدثنا يحيى بن يونس، حدثنا شاذ بن فياض، حدثنا عباد بن كثير عن هشام بن عروة، عن أبيه عن عائشة قالت كان أحب الفاكهة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الرطب والبطيخ وكان لا يأكل القثاء إذا أراد أكله إلا بالملح وكان يأكل الخربز بالتمر وكان يعجبه مرق الدباء (الكامل فی ضعفاء الرجال)

قال الالبانی: كان أحب الفاكهة إليه الرطب والبطيخ، وكان لا يأكل القثاء إلا بالملح، وكان يأكل الخربز بالتمر، وكان يعجبه مرق الدباء ."ضعيف جدا .رواه ابن عدی (1 / 238)عن عباد بن كثير عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة مرفوعا، وقال:عباد بن كثير عامة حديثه لا يتابع عليه ." قلت: وهو متروک .وبه أعله العراقی فی "تخريج الإحياء "(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ١٧٥٩)

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......16 / 23 /صفرالخیراور یکم/ و8ربیع الاول1443ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 18 /25صفرالخیراور 3 /10 / ربیع الاول1443ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 22 /صفرالخیر، بروز جمعرات، مولانا محمد راشد انوری صاحب (حفید رشید مولانا محمد انوری لائل پوری صاحب رحمہ اللہ، فیصل آباد) مفتی صاحب مدیر سے ملاقات کے لئے ادارہ میں تشریف لائے۔

□......23 /صفرالخیر، بروز جمعہ، ادارہ کے قدیم پڑوسی اور بزرگ جناب لطیف صاحب کی دعوت پر، اُن کے گھر میں مفتی صاحب مدیر، چند رفقائے ادارہ کے ساتھ عشائیہ پر مدعو تھے۔

□...... 27 /صفرالخیر، بروز منگل، ادارہ کے چوکیدار جناب انور صاحب، کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔آمین

□......28 /صفرالخیر، بروز بدھ، مولانا سخاوت صاحب کی طرف سے اسلام آباد میں ایک مقام پر مفتی صاحب مدیر، چند رفقائے ادارہ کے ساتھ عشائیہ کے لئے تشریف لے گئے۔

□......20 /صفرالخیر (27 /ستمبر) بروز بدھ سے مورخہ یکم ربیع الاول (8 /اکتوبر) بروز جمعہ تک، تعمیرِ پاکستان سکول میں فرسٹ ٹرم امتحانات جاری رہے، اور مورخہ 4 / ربیع الاول (11 /اکتوبر) بروز پیر فرسٹ ٹرم امتحانات کے نتائج سنائے گئے، مورخہ 9 / ربیع الاول (16 /ستمبر) سے کرونا وائرس کے عنوان سے حکومت کی طرف سے سکولوں پر لاگو بندش ختم ہونے کا اعلان ہوا تھا، جس کے بعد سے، بحمداللہ، سکول میں بغیر تعطیل کے تعلیمی سلسلہ جاری ہے۔

اخبارِ عالم مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21 / اگست / 2021ء / 13 / صفر المظفر / 1443ھ: پاکستان: مہنگائی جاری، کھاتے کا خسارہ، 15 ماہ کے وقفے کے بعد شرح سود میں 0.25 فیصد اضافہ کر دیا، مہنگائی بڑھے گی، اسٹیٹ بینک 22 / ستمبر : پاکستان: کابینہ اجلاس، ملازمین کے ہاؤس رینٹ میں 44 فیصد اضافہ، اگلی مردم شماری ڈیجیٹل کرانے کا فیصلہ 23 / ستمبر : پاکستان: یورپی یونین، پاکستان کا GSP پلس درجہ برقرار، معذوروں، چائلڈ لیبر، ماحولیات پر نئی شرائط نافذ، شرائط میں چھ نئے کنونشن شامل 24 / ستمبر : پاکستان: چین کی سرمایہ کاری کو سی پیک والی سیکورٹی، انفارمیشن ٹیکنالوجی کا جوائنٹ ورکنگ گروپ شروع کرنے کا فیصلہ، CPEC کو کوئی نہیں روک سکتا، پاک چین عزم 25 / ستمبر : پاکستان: کورونا وبا، پیرس کلب نے پاکستان کے لیے قرض ادائیگی کی ڈیڈ لائن میں دوبارہ توسیع کر دی، توسیع کے بعد وسائل کو صحت، معیشت اور سماج پر کورونا وبا کے اثرات کو کم کرنے کے لیے استعمال کیا جائے گا 26 / ستمبر : پاکستان: ڈالر 171 کا ہو گیا، سٹاک مارکیٹ میں مندی، 41 ارب 43 کروڑ روپے ڈوب گئے 27 / ستمبر : پاکستان: ملکی تاریخ کی مہنگی ترین چینی درآمد، گندم کی نئی کھیپ بھی پاکستان پہنچ گئی، یوٹیلیٹی سٹور چینی 123 روپے کلو میں خرید کر 85 روپے میں فروخت کرے گا، فرق سبسڈی سے پورا کیا جائے گا 28 / ستمبر : پاکستان: منی لانڈرنگ الزامات، شہباز شریف خاندان سمیت برطانوی عدالت سے بری، اکاؤنٹس بحال، حکومتِ پاکستان، نیب اور ایسٹ ریکوری یونٹ کی درخواست پر 21 ماہ کی تحقیقات میں 20 سال کے مالی معاملات کا جائزہ لیا گیا 29 / ستمبر : پاکستان: وفاقی کابینہ، سوشل میڈیا کو کنٹرول کرنے کے لیے قواعد کی منظوری، چاند نظر آنے کے نجی اعلان پر جرمانہ، چاند کی رؤیت کا اعلان صرف مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کرے گی 30 / ستمبر : پاکستان: عالمی بینک، پاکستان کو 39 کروڑ 70 لاکھ ڈالر قرض جاری، رقم کلین انرجی پروگرام کے تحت فراہم کی گئی یکم / اکتوبر : پاکستان: پٹرول 4، ڈیزل 2 روپے لٹر مہنگا، LPG کی قیمت میں 29 روپے کلو اضافہ 2 / اکتوبر : پاکستان: ستمبر میں مہنگائی بڑھ کر 9 فیصد ہو گئی، آٹا 9.69 اور گندم 7.31 فیصد مہنگی 3 / اکتوبر : پاکستان: سندھ میں سی این جی کی قیمت میں 15 روپے کلو اضافہ، پنجاب میں فی لیٹر سی این جی کی قیمت 8 روپے بڑھ گئی، صدر سی این جی ایسوسی ایشن 4 / اکتوبر : پاکستان: پنڈورا پیپرز، شوکت ترین، علیم خان، خسرو، مونس، فیصل واڈا، شرجیل میمن، علی ڈار اور

کئی ریٹائرڈ جرنیلوں سمیت 700 پاکستانیوں کی کمپنیاں نکل آئیں ☜ 5/اکتوبر : پاکستان: پنڈورا پیپرز، وزیر اعظم کا ملوث پاکستانیوں کے خلاف تحقیقات کا اعلان ☜ 6/اکتوبر : پاکستان: چیئرمین نیب توسیع، آرڈیننس منظور، نئی تقرری تک جاوید اقبال برقرار، وفاقی کابینہ نے انتخابات نئی مردم شماری سے کرانے، موسمِ سرما بجلی پیکج کی بھی منظوری دے دی ☜ 7/اکتوبر : پاکستان: حکومتی معاملات نیب دائرہ اختیار سے باہر، ترمیمی آرڈیننس جاری ☜ 8/اکتوبر : پاکستان: بلوچستان میں خوفناک زلزلہ، 25 جاں بحق، 300 سے زاید زخمی، 6.1 شدت کا زلزلہ، مکانات منہدم، آفٹر شاکس کا سلسلہ جاری ☜ 9/اکتوبر : پاکستان: پنڈورا پیپرز، 700 پاکستانیوں کے خلاف تحقیقات کا آغاز، اعلیٰ وفاقی ادارے نے ان شخصیات، اہلخانہ اور شیئر ہولڈرز کی معلومات لے لیں ☜ 10/اکتوبر : پاکستان: الیکشن کمیشن، ووٹر لسٹ میں گڑ بڑ کا نوٹس، ڈائریکٹر MIS معطل ☜ 11/اکتوبر : پاکستان: محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان انتقال کر گئے، سرکاری اعزاز کے ساتھ سپرد خاک، پوری قوم سوگوار، پرچم سرنگوں، ہزاروں افراد قومی ہیرو کو الوداع کہنے فیصل مسجد پہنچے ☜ 12/اکتوبر : پاکستان: صدر مسلم لیگ ن لاہور، ورکن قومی اسمبلی پرویز ملک انتقال کر گئے، صدر، چودھری برادران، فواد، چیئرمین سینٹ، سپیکر کی تعزیت ☜ 13/اکتوبر : پاکستان: چینی ساختہ وی ٹی فور ٹینک کی پاک فوج میں شمولیت، جنگی استعداد بڑھے گی، آرمی چیف ☜ 14/اکتوبر : پاکستان: روپے کی تاریخی بے قدری، ڈالر 171.04 روپے پر آگیا ☜ 15/اکتوبر : پاکستان: فحش، گستاخانہ، فوج مخالف مواد پر سوشل میڈیا اکاؤنٹ بند، ناشائستہ مواد ہٹانے کے لیے 24 گھنٹے کے بجائے 12 گھنٹوں کی مہلت، درخواست گزار کا نام خفیہ، عالمی سوشل میڈیا پلیٹ فارمز بھی رولز کے پابند، سوشل میڈیا رولز 2021 نوٹیفکیشن جاری ☜ 16/اکتوبر : پاکستان: بجلی یکم اکتوبر سے 1 روپیہ 68 پیسے یونٹ مہنگی، گھی، صابن اور کئی اشیاء کی قیمتیں بڑھ گئیں، کابینہ نے سرکولیشن سمری کے ذریعے منظوری دے دی ☜ 17/اکتوبر : پاکستان: بجلی کے بعد پٹرولیم قیمتوں میں تاریخی اضافہ، پٹرول 10.49، ڈیزل 12.44 روپے، مٹی کا تیل 10.95، لائٹ ڈیزل 8.44 روپے لٹر مہنگا ☜ 18/اکتوبر : سعودی عرب: کورونا پابندیاں ختم، خانہ کعبہ، مقامِ ابراہیم سے رکاوٹیں ہٹا دی گئیں، خانہ کعبہ نمازیوں سے بھر گیا، رقت آمیز مناظر ☜ 19/اکتوبر : پاکستان: بلدیاتی ادارے بحال، نوٹیفکیشن جاری، 58 ہزار نمائندے آج عہدوں کا چارج سنبھالیں گے، تحلیل بلدیاتی ادارے 25 ماہ بعد بحال ہوئے ☜ 20/اکتوبر : پاکستان: حکومت نے شوکت ترین کو مشیر خزانہ ور یونیو مقرر کر دیا۔